جلد 24 شمارہ 2 ماہ فروری 2022ء رجب المرجب 1443ھ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
اللّٰہ
صداقت
محبّت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ 0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد رياض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

قرآن کریم نے "غفلت" کی اصطلاح بارہا استعمال کی ہے اور اسے بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔سورۃ الاعراف آیت:179 میں تو غافل کو چوپائیوں سے بدتر قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ لوگ اپنے قلوب سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کا اصل حق ادا نہیں کرتے۔ان کی یہ غفلت انہیں شرف انسانیت کے اعلیٰ مقام سے نیچے گرا کر حیوانیت کے اسفل زمرے میں لاپھینکتی ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے خالق کی عطاء کردہ نعمتوں کا حقیقی استعمال کرتے ہوئے اس کو "پہچاننے" کا اصل کام لیتے ۔غفلت کیا ہوتی ہے اسے ہم روزمرہ زندگی کی ایک مثال سے سمجھتے ہیں ۔دوران ڈرائیونگ ڈرائیور کا دھیان مسلسل سامنے سڑک کی طرف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ممکنہ حادثے سے محفوظ رہتا ہے۔اگر کسی وجہ سے صرف ایک آدھ لمحے کے لیے اس کا دھیان موبائل اسٹریو پلیئر ،سگریٹ یا نیند کی وجہ سے سڑک سے ہٹ جائے تو گاڑی کا جو انجام ہوتا ہے اس کے مظاہرے ہم روزانہ سڑکوں پر دیکھتے ہیں۔

زندگی کی گاڑی میں انسان ایک ڈرائیور کی مانند ہے جسے یہ خبر نہیں کہ نہ جانے کس موڑ پر کارکنان قضا چھپ کر اس کا انتظار کر رہے ہیں۔اب اگر وہ غافل ڈرائیور کی طرح مال، بچوں اور دنیا کی محبت کو دل میں بسا بیٹھا ہے تو اس کا انجام لازماً تباہی ہے اور اگر وہ ایک چوکس ڈرائیور کی طرح اپنا حقیقی کام کرتا ہے تو یقیناً اپنی منزل پر عافیت سے پہنچے گا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن اس غفلت کا کیا علاج بتاتا ہے۔سورۃ اعراف ہی کی 204 نمبر آیت میں ہے کہ

''اپنے ربّ کو اپنے نفس میں یاد کیجیے عاجزی اور ڈر سے، بغیر آواز نکالے صبح اور شام کو اور غافلوں میں سے مت ہونا''۔ یعنی اللہ کا ذکر کرنے والا غافل نہیں جبکہ جو خدا کو یاد نہیں کرتا وہ غافل ہے۔ اس مناسبت سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد بھی ہے کہ ''ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ ہے''۔ توحیدی ہونے کی نسبت سے ہمیں بانی سلسلہ نے جو ذکر پاس انفاس سکھایا ہے وہ بعینہٖ مذکورہ آیت کا مصداق ہے۔ اگر پاس انفاس اس جذبے اور طریقے سے کیا جائے جو انصاری صاحبؒ نے بتایا ہے تو ذاکر تھوڑے عرصے میں ہی خدا کی محبت کی چاشنی محسوس کرنے لگتا ہے۔ چونکہ ایسا ذاکر ہر لحظہ خدا کی یاد میں ہوتا ہے اس لیے جب بھی اسے خدا کا بلاوا آتا ہے وہ اس کیلئے اپنے آپ کو تیار پاتا ہے اور فوراً لبیک کہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ذکر سے غافل دل کا وہی حال ہوتا ہے جو غافل ڈرائیور اور اس کی گاڑی کا ہوتا ہے۔

المختصر قرآن کریم اور انصاری صاحبؒ کا منشاء ایسا ہی مردِ مومن تیار کرنا ہے جسے دنیا کی رنگینیاں اپنے کریم ربّ کی یاد سے غافل نہ کر سکیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں غافل دل سے بچائے اور سلسلہ توحیدیہ کے سلوک کے اعلیٰ ترین مدارج عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام:

مدیر

نقوش مہر ووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

حضرت جبرائیلؑ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس انسانی صورت میں آئے اور سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ ایمان میں یہ آیا کہ مانو۔ اللہ کو ماننا ہے یعنی عقیدہ آ گیا۔ اس میں صرف عقیدہ آیا کہ اللہ پہ ایمان لایا، فرشتوں پہ، کتابوں پہ، رسولوں پہ، اور روز آخرت پہ۔ یہ ایمان ہے۔ ایمان کیا ہے؟ تو یہ ایمان ہے۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام اس کا Practicle ہے۔ اب یہ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ایمان پہلے ہے اور اسلام بعد میں شروع ہوتا ہے۔ عملی طور پر جب شروع ہوگا تو وہ اسلام کہلائے گا۔ جب آپ نے (ایمانیات کی) یہ چیزیں پڑھ لی ہیں، یہ آپ کی بنیاد ہیں۔ آپ کے دین کی بنیاد ہیں۔ جس کو آپ نے مان لیا۔ رب مان لیا۔ آگے ارکان اسلام ہیں۔ ہر مسلمان جو اس دین میں ایمان کے بعد Enter ہو گیا تو یہ ارکان اسلام جو ہیں ان کی اس نے پابندی کرنی ہے۔ وہ ان ساری چیزوں کا پابند ہے۔ نماز پڑھے۔ روزہ رکھے۔ یہاں جو پریکٹیکل صورت ہے اس کو اسلام کہا ہے اور عقیدے کی بات کو ایمان کہا ہے۔ اب یہاں جو Situation ہے وہ علیحدہ ہو گئی۔ اس طرح احسان کا پوچھا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کرے گویا کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

اَن تَعبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ

"بندگی اللہ کی ایسے کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو"۔

یہ بہت اونچی بات ہے۔آگے یہ بھی فرمایا کہ آپ نہیں بھی دیکھ سکتے تو وہ تو پھر دیکھ ہی رہا ہے۔لیکن پہلی بات Priority وہی ہے کہ آپ اللہ کو دیکھ رہے ہوں۔آپ کو اللہ کی حضوری کا اتنا ادراک ہو کہ اللہ سامنے ہو۔اللہ سامنے ہو تو کون سا بندہ ہے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرسکتا ہے؟ کوئی ملازم ہی ہو، کسی فیکٹری کا مالک اسے دیکھ رہا ہے تو ہر بندہ میں احسان پیدا ہو جائے گا،اس کے ہر کام میں حسن پیدا ہو جائے گا۔جھاڑو دے رہے ہیں تو خیال رہے گا کہ کوئی تنکا نیچے نہ رہ جائے۔احسان یہی ہے کہ اس میں حسن پیدا ہو جائے۔ اس کا اعلیٰ مقام ہے۔جو مشین پر لگا ہوا ہے وہ اِدھر اُدھر نظر نہیں ہٹائے گا کہ میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے۔جب اللہ کے دیکھنے والی بات ہوتی ہے تو خود بخود عمل میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔

اس میں بھی میرا خیال ہے کہ عبادت کی بات کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے۔ بندگی اور نماز علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔بندگی ٹوٹل زندگی پہ حاوی ہے اور نماز صرف نماز تک ہے جسے صلوٰۃ کہا گیا ہے۔اس کو علیحدہ علیحدہ بتایا گیا ہے۔ہم یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اللھم ایَاک نَعبُدُ وَ لَکَ نُصَلّی

''تیری بندگی کرتے ہیں اور نماز بھی تیری پڑھتے ہیں''۔

بندگی ایک علیحدہ کام ہے اور صلوٰۃ جو ہے وہ بھی آپ پڑھتے ہیں۔اور بھی قرآنی آیات میں بندگی کی بات ہے۔بندگی جو ہے وہ ٹوٹل بندگی ہے اللہ کی کہ اس کا بندہ بن کے گزاری جائے۔وہ صرف اس لئے نہیں ہے کہ نماز کے لئے۔وہ (بندگی) اس میں ہے کہ پوری زندگی ایسے گزرے گی کہ خدا آپ کے ساتھ ہے اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔جہاں کوئی بھی، کہیں بھی ہو۔اس طرح وہ مسجد والی بات ہے۔وہ بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میری خصوصیات میں سے ہے کہ ساری زمین جو ہے وہ میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔کسی

نے پوچھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ خصوصیت دے دی ہے تو یہ نماز جو ہے۔ فرمایا: جہاں جگہ ملے اُدھر ہی پڑھ لو۔ کھیت میں ہیں تو اُدھر ہی پڑھ لو۔ آپ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں جائیں۔ مندر میں بھی جا کے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جدھر بھی ٹائم ہے، اُدھر ہی پڑھ لو لیکن اس کی ذمہ داری آپ پہ عائد ہوگی۔ جیسے مسجد کا احترام کرتے ہو کہ مسجد میں بیٹھے ہو، خدا کا خوف کرو، یہاں یہ حرکت نہیں کرنی۔ اب آپ کو ساری زمین پہ ایسے رہنا پڑے گا۔ آپ ﷺ کیلئے ساری زمین کو مسجد کا Status دے دیا گیا ہے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ خدا کا گھر ہے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں، یہ بات کر رہے ہیں، تو ساری زمین کے بارے میں بھی آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کیونکہ ساری زمین آپ ﷺ کیلئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ جس کی Facility ملتی ہے، اس کی ذمہ داری بھی ملتی ہے۔ ذمہ داری بھی دے دی گئی ہے۔ وہ جب دیکھ رہا ہے تو یہ بھی ذمہ داری بن جائے گی کہ اللہ ہر جگہ مجھے دیکھ رہا ہے، کہیں بھی ہوں۔ مسجد ہو یا مسجد سے باہر۔ اس میں بھی یہی کہا گیا ہے۔

تسلیم ورضا کی اہمیت (دوسری قسط)

(احمد رضا خان)

لیکن اللہ والے کے دل پر مستقل قائم نہیں ہوتا اور کچھ ہی عرصے بعد اس کا اللہ سے تعلق پھر بحال ہو جاتا ہے۔ یہ ہے قطع ماسویٰ اللہ۔ یہ مشق سے بھی ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر کی کثرت سے بھی ہوتا ہے اور بزرگوں کی صحبت سے بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد تسلیم و رضا ہے۔ یہ تسلیم و رضا ہی ہے جس کیلئے میں نے بات شروع کی۔ لیکن یہ تمہید باندھنا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ ہم سمجھ سکیں، ہماری تعلیم کیوں منفرد ہے۔ ایک بندہ بھیک مانگتا ہے، لوگ اس کو گالیاں دے رہے ہیں، ذلیل کر رہے ہیں لیکن دیکھیں اس کا فوکس کتنا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کو حاصل کرنا ہے۔ وہ لوگوں کی گالیاں، مشقت، دھوپ، گرمی، سردی برداشت کرتا ہے۔ اللہ والے بھی بزرگ کرتے تھے اور ان کو اس کا فائدہ ہوتا تھا۔ لیکن ہم پر اللہ نے کرم کیا۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہم سے کوئی بھیک منگوائے تو یہ بہت مشکل ہے۔ لیکن جب ہم اپنی تعلیم پر عمل کریں گے تو ہمارے اندر بھی وہی کیفیت اور جوہر پیدا ہو جائے گا جو اس بندے کو دس سال بھیک مانگ کر پیدا ہوتا تھا۔ یہ بابا جان نے دعویٰ کیا ہوا ہے اور اگر کوئی اس پر عمل کرنے والا ہو وہ اس کو آزما سکتا ہے۔ کہ اگر وہ حقیقی قطع ماسویٰ اللہ کرے ۔ اللہ کے سوا اپنے دل میں کسی اور چیز کو جگہ نہ دے اور اپنی خواہشات کا

مرکز ومحور صرف خدا کو بنائے ۔پھر ایسے ہی ہوگا۔اس کے بعد تسلیم ورضا ہے ۔بابا جان نے یہ دو چیزیں بتائیں ہیں یہ دو چیزیں ہی اس سارے عمل پر بھاری ہیں۔تسلیم ورضا،تسلیم کہتے ہیں ، مان لینا۔جیسے کہ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔رضا،راضی ہو جانا ۔پہلے نمبر پر مان لینا دوسرے نمبر پر راضی ہو جانا۔اب چونکہ انسان کو اللہ تبارک وتعالی نے ایک خاص مقصد کے تحت دنیا میں پیدا فرمایا ہے۔قرآن کریم نے بار بار کہا ہے ہم نے آپ کو آزمانے کے لیے دنیا کا یہ کھیل رچایا ہے۔یہاں کوئی چیز مستقل نہیں ہے ۔نہ اولاد نہ کامیابی،نہ کاروبار سب ختم ہو جاتا ہے۔لیکن انسان پھر بھی ان کی طرف لپکتا ہے۔دیکھیں ہم چائنہ میں رہتے ہوں یا افریقہ کے جنگلوں میں، پھر تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ پتہ نہیں حقیقت کا۔مگر الحمدللہ ہمارے پاس قرآن جیسی دولت موجود ہے۔قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً

ترجمہ:وہی اللہ ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تم کو آزمائش میں ڈالے کہ کون تم میں سے اچھے اعمال لے کر آتا ہے۔

بار بار اللہ فرماتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمَوَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِیْبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَیْهِ رَاجِعونَ

ترجمہ:''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر،فاقہ کشی،جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔اور صبر کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے۔وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں

اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔

اسی لیے غالب نے بھی کہا ہے:

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

جب تک زندگی ہے اس وقت تک یہ غم کا بندھ لگنا ہی لگنا ہے۔ موت تک غم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ ایک مسلمان کو خدا کی تعلیم ہے۔ مگر ہم جیسے باقی تعلیم بھول گئے ویسے یہ بھی بھول گئے کہ جو تکلیف آتی ہے وہ خدا بھیجتا ہے، اپنے منصوبے کے تحت۔ کچھ مصیبتیں ایسی بھی ہیں جو ہمارے کرتوتوں سے آتی ہیں۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے۔ لیکن دنیا کی محبت میں ڈوبے شخص پر جو مصیبت آتی ہے، میرا تو ماننا ہے اس کے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ والے پر جو مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ والا ہو۔ یہ رویوں کا فرق ہے۔ جس کے رویے میں صبر آجائے۔ خدا سے شکوہ نہ ہو وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اس پر اسے اللہ کی طرف سے انعام و اکرام بھی ملتا ہے۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

ترجمہ: جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے۔

دیکھیں! باباجان انصاری صاحبؒ نے اس پر بار بار زور دیا ہے۔ اس پر خطوں کی بھرمار ہے۔ بھائی کہتے تھے اب ایسے ہو گیا، اب ایسے ہو گیا۔ باباجان لکھتے تھے صبر کریں، یہ دعا پڑھ لیں۔ ایسے کرو، ایسے کرو۔ مختلف کیفیات میں جیسے بزرگوں کا معمول ہوتا ہے۔ بالآخر اکتا کر یہ بھی فرماتے کہ اگر مصیبتیں تمہیں نہیں چھوڑتیں تو تم ہی مصیبتوں کو چھوڑ دو۔

ایسے بندوں نے کیا اللہ کو پانا ہے کہ جو وقت وقت پر کہیں ایسے ہو گیا، ایسے ہو گیا۔ ایسا بندہ اللہ کو پا ہی نہیں سکتا۔ دنیا میں جتنے بڑے لوگ گزرے یا موجود ہیں سب کی زندگی مصائب و آلام سے بھری پڑی ہے۔ پھر کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ ظہیر الدین بابر جس نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ساڑھے تین سو سال حکومت کی۔ ظہیر الدین بابر 11 سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ چاچوں نے اس سے ساری جائیداد چھین لی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ننگے پاؤں چلنا پڑا۔ لیکن پھر چین سے مدد لی، ایران سے مدد لی، افغانستان سے پتہ چلا کہ ہندوستان والے لوگ بزدل ہیں، کمزور ہیں۔ یہاں پر کھانے پینے کو وافر ہے۔ مگر وہ پٹھان تو سخت جان لوگ ہیں۔ چنگیز خان ہلاکو خان کی اولاد ہی تھے۔ انہوں نے دیکھا یہ تر نوالہ ہے۔ معلومات حاصل کیں۔ تو وہ دریا پار کرتے کرتے سیدھا پانی پت پہنچ گیا۔ ابراہیم لودھی کو شکست دی اور اپنی حکومت قائم کی قصہ مختصر یہ کہ ہر کامیابی کے پیچھے ایک لمبی چوڑی سٹرگل ہوتی ہے۔ یہ تکالیف تمام لوگوں کی زندگی میں بھی آتی ہیں۔ لیکن عام بندے کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔ وہ عام بندہ رہ جاتا ہے۔ خاص بندہ ان مصیبتوں اور تکلیفوں پر خاص روّیہ اپناتا ہے۔ اس لیے وہ خاص ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)

علامہ اقبال کا فلسفہ خودی اور قبلہ انصاری صاحبؒ

(عزیز عارف صاحب)

اللہ ربّ العالمین نے انسان کو دنیا میں خلیفہ یا نائب مقرر فرمایا ہے۔علامہ اقبالؒ کے مطابق انسان اس مرتبے کے تقاضوں سے کماحقہٗ آگاہ نہیں ہے۔یہی وجہ ہے وہ اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق اپنی نمائندگی کرنے سے قاصر ہے۔

اقبالؒ انسان کو اپنے عطا شدہ مراتب کا خود شناس،خود آگاہ اور معرفتِ نفس کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی کسی کا نائب،ڈپٹی یا خلیفہ ہو تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے ، چہ جائیکہ انسان احکم الحاکمین کا خلیفہ ہو۔حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔ "**من عرف نفسه ، فقد عرف ربه** :

ترجمہ : جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا (گویا) اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"

یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عرفان ذات ہی عرفان باری تعالیٰ ہے۔انسان اگر اس صفت ازلی سے متصف ہو جائے اور اسے اپنے مقام کی شناسائی حاصل ہو جائے کہ وہ تو مسجود ملائکہ ہے تو کیا ہی بات ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مگر

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

حضرت علامہ اقبالؒ نے ایک اور جگہ فرمایا۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

اقبالؒ نے انسان کو بالعموم اور مرد مسلمان کو بالخصوص یہ باور کرایا ہے کہ اس کا مقام و مرتبہ نہایت ارفع واعلیٰ ہے۔المیہ یہ ہے کہ وہ اس سے آگاہ نہیں ہے۔

خودی کا واقف انسان عوام کے بجائے خواص میں شامل ہوتا ہے اور اس طرح اپنا مرتبہ پہچاننا کسی قدر آسان ہو جاتا ہے۔

توحیدیوں پر اللہ کریم کا خاص فضل ہے کہ ان کے رہبر و رہنما قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ دور حاضر کے جدید تصوف کے بانی اور مجدد ہیں۔اللہ رب العزت کا یہ بھی خاص کرم ہے کہ قبلہ انصاریؒ نے تصوف کو ملاوٹوں اور آلائشوں سے یکسر پاک کر دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ایسا نور ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس کے دیدار ولقاء کی خواہش بہت بڑی بات ہے مگر ''جسے پیا چاہے وہی سہاگن ہے''۔

قبلہ انصاریؒ نے تحریر فرمایا اور اپنی نجی محافل ومجالس میں بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کریم کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ خاص روحانی اور باطنی آنکھ Develope کرنا پڑتی ہے اور یہ صلاحیت خاص محض اللہ کے فضل وکرم سے پیدا ہوتی ہے اور اس لیے لقاء اللہ کی خواہش اور طلب صادق کے ساتھ، سخت محنت، عبادت و ریاضت، ذکر اذکار، قطع ماسوا اللہ، تسلیم ورضا، سخت مجاہدہ (صرف غصہ ونفرت کی نفی) اور سب سے بڑھ کر مرشد کا فیض انہی کو ملتا ہے جو تعلیم پر زیادہ عمل کرتے ہیں اور مرشد کا ہر حکم بلاچون وچراں مانتے ہیں اور تعلیم کی ترویج واشاعت کے لیے قربانی سے نہیں بلکہ ایثار سے کام لیتے ہیں۔ طلب صادق کا اس راہ میں خشت اوّل کا سا کردار ہے۔

موجودہ دور سائنس وٹیکنالوجی کا ترقی یافتہ دور ہے۔اگر ہم اب سے کوئی چار دہائیاں پیچھے جائیں تو کمپیوٹر کی حالیہ شکل، یا موبائل فون، انٹرنیٹ وغیرہ نہ تھے۔اوراب یہ سب ہر شخص کی جیب میں رکھا ہے۔خدا جانے اللہ کریم انسان کومزید کہاں سے کہاں پہنچائے۔قبلہ انصاریؒ نے اسی زمانے میں یہ سب بتا دیا تھا۔انیس سوستر کی دہائی میں قبلہ انصاری صاحبؒ اپنی ایک مجلس میں فرمارہے تھےاورراقم الحروف بھی اس مجلس میں موجودتھا کہ بہت جلد ایساوقت آنے والا ہے کہ فون پربات کرنے والے کی تصویربھی نظر آئے گی۔اوراس کے تجربات کامیابی کےقریب ہیں۔چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تکنیک رواج پا چکی ہے بلکہ قبلہ حضورؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ فون کرنے والا اگرکسی باغیچے میں بیٹھافون کررہا ہےاور اردگرد میں پھول ہیں مثلاً گلاب،تو ریسیونگ اینڈ پر خوشبو بھی محسوس ہوگی۔ یہ تجربہ بھی کامیاب ہو چکا ہےاورامید ہےجلد رواج پا جائے گا۔آپؒ اس وقت ایک خاص کیفیت میں تھے اورفرمایا کہ بزرگوں کو یہ تصرف حاصل ہے کہ بیک وقت ایک سے زیادہ جگہوں پر دکھائی دے سکتے ہیں مگرایک وقت آنے والا ہے جب کوئی صاحب روحانیت محض ''vibration'' وائبریشن سے خودکوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکے گا۔

بالکل اسی طرح مطلوبہ درجے کی لطافت انسان میں پیدا ہو جائے اور قسمت میں بھی ہوتو لقاءاللہ ممکن ہےمگروہ الٹراہائی فریکونسی '' Ultra High Frequency '' پیدا تو کی جائے۔لیزر سے آنکھ جیسا نازک آپریشن کس قدر آسانی سے کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک اس کاتصوربھی محال تھا۔جس قدرعظیم یہ مقام ہےاسی درجے کی عالی شان محنت، ریاضت،عبادت اوراخلاقی معیاردرکار ہے۔ساتھ ہی مرشد کامل کا فیض اورراہنمائی۔ وہ مرشد کہ جنھوں نے یہ کٹھن راستہ اوراس کی منازل طے کی ہوں۔

الحمد للہ کہ قبلہ انصاریؒ نے نہ صرف سلوک کی انتہا کا سفر مشاہدے کے ساتھ طے فرمایا بلکہ تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں سالکان راہ حقیقت کے لیے بیان فرمادیا جو تحریری کتب کی صورت میں موجود ہے۔

چنانچہ علامہ اقبالؒ نے خودی کا جو تصور پیش کیا تھا بابا جان انصاریؒ نے اسے عملی ہیئت سے ہمکنار فرمادیا۔ باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تاوقتیکہ عمل نہ کیا جائے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سلیبس اور مرشد کو گواہ بنا کے اللہ سے کیا ہوا عہد یعنی بیعت نامہ کو یاد رکھیے۔ تعمیر ملت، طریقت توحیدیہ، چراغ راہ، حقیقت وحدت الوجود اور مقصود حیات کو اس تسلسل کے ساتھ زیر مطالعہ رکھیے کہ ازبر ہو جائیں۔ عمل کیجیے، اور عمل کرتے جایئے کہ زندگی میں جنتوں کے اعلیٰ ترین مقامات کی سیر کرتے کرتے اللہ کریم کا قرب، عرفان اور قسمت میں ہو تو ''دیدار'' کی سعادت حاصل کر کے رہیے کہ یہی مقصود حیات ہے۔ اور مرنے کے بعد جو عطا ہوگا وہ دائمی و ابدی ہے۔ اپنے اندر، باہر، گردوپیش، متعلقین اور عوام الناس کی اصلاح کیجیے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لیے دامے، درمے، سخنے خود کو ایثار کے ساتھ وقف کیجیے۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ قبلہ حضورؒ فرماتے تھے کہ فی زمانہ لوگوں کو مسلمان کر کے مسلمانوں میں بے کار لوگوں کا اضافہ کرنا ضروری نہیں بلکہ جو مسلمان اور خاص کر پاکستانی ہیں انہی کو باعمل و باکردار بنانے اور ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا مقصود اور زیادہ ضروری ہے۔ ان کی خودی کو جاگ لگانا ہے بقول علامہ اقبالؒ:

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش سوز
یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

قبلہ انصاری صاحبؒ ساری عمر اسی تگ و دو میں لگے رہے کہ پاکستانی مسلمان کو عملی طور پر یہ سمجھا سکیں کہ

خودی ہو زندہ تو فقر بھی ہے شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگ (مگرمچھ) مردہ کو موج سراب بھی زنجیر

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہؒ نے گہری نظر سے مشاہدہ فرمالیا کہ

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

چنانچہ مریدین میں سے جنہوں نے عمل کیا وہ بھی دل بیدار کے حامل ہیں۔ آپؒ فرماتے تھے یہ سلسلہ اصلاح معاشرہ کی تحریک ہے۔ ابھی بہت کام باقی ہے۔ نوجوان افراد اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ یہ مشن زیادہ بہتر طریقے سے پورا کر سکتے ہیں۔ پرانے بھائی اس بات کے شاہد ہیں کہ نوجوان داڑھی منڈوں نے ظاہری وضع قطع اختیار کئے بغیر سلسلہ کی تعلیمات کو پاکستان بھر میں روشناس تو کرایا مگر تاہنوز بہت کام باقی ہے۔ خود کو بنا لیجئے اور پھر اپنے ہم عصروں کو اپنی قوت باطنی کی مقناطیسی لہروں سے magnetise کیجیے۔ بانی سلسلہ کے فرمان کے مطابق پاکستان میں اگر پچیس فیصد بھی توحیدی پیدا ہو جائیں تو حقیقی اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا

ازدواجی زندگی کے آداب

(پیر خان توحیدیؔ)

ازواج زوج سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جوڑا یعنی شوہر اور بیوی۔ یہ وہ رشتہ ہے جو کائنات کی ساری مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ چاہے وہ انسانی مخلوق ہے یا حیوانی مخلوق ہے، چرند ہیں یا پرند، گاؤں میں رہتے ہیں یا شہروں میں، گھروں میں بستے ہیں یا غاروں میں، ہوا میں اُڑتے ہیں یا پانی میں تیرتے ہیں، جنگلوں میں رہتے ہیں یا صحراؤں میں پھرتے ہیں غرضیکہ یہ رشتہ ہر جگہ موجود ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ ربّ العزت نے انسانی، حیوانی یا کسی بھی مخلوق کی افزائش نسل کے لیے بنایا ہے، اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور ایک اعلیٰ تہذیب و تمدن کا داعی ہے۔ یہ اعلیٰ تہذیب و تمدن اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہوں۔ پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ آپ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنائیں۔ خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے اور اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی کے آداب و فرائض سے بخوبی واقف ہوں اور ان آداب و فرائض کو بجالانے میں پوری دلسوزی، خلوص اور یکسوئی کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں۔

دنیائے انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد و عورت کے باہمی ربط و تعلق سے ہے یہ تعلق جس قدر گہرا اور محبت و اُلفت سے لبریز ہوگا، اسی قدر اس کا نتیجہ بھی بہتر اور

نفع بخش ہوگا انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جب اسے کسی چیز سے محبت اور اُنس ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے اور اس کے پاس رہنے سے راحت اور سکون محسوس کرتا ہے۔ اور جس چیز سے طبعی طور پر نفرت ہو اس سے گھٹن اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ ربّ العزت کو دنیا کا نظام اور نسل انسانی کا وجود قیامت تک باقی رکھنا مقصود ہے۔ اس لئے مرد کے اندر عورت کی طرف رغبت اور خواہش اور عورت کے اندر مرد کی طرف طبعی میلان ودیعت فرما دیا ہے۔ چنانچہ انسانی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے سخت محتاج ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اس ضرورت کو نہایت لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''۔

اگر ہم صرف اسی پر غور کریں اور اس کے مطالبات پورا کرنے کی کوشش کریں تو انشاءاللہ ہماری ازدواجی زندگی اتنی ہی خوشگوار اور اطمینان بخش ہوگی جو ہمارا مطلوب ومقصود ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی احتیاج اور ضرورت کو لباس سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح انسان کو ہر موسم میں کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیب و زینت کرتا ہے اسی طرح مرد و عورت کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن کر زندگی گزاریں نہ کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر۔ قرآن کریم کی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم سے جدا نہیں ہوتا اور پوری زندگی اس کو لباس کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک عورت کو اپنے شوہر اور شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس انداز فکر سے ایک دوسرے کی کمی کوتاہی کو

نظر انداز کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اس لیے محبت کی آنکھیں عیب کو چھپاتی ہیں اور چشم پوشی کرتی ہیں جبکہ نفرت اور عداوت کی آنکھیں برائیوں کو تلاش کرتی ہیں۔لہٰذا فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے زوجین کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور جذبہ رحمت پیدا فرما دیا تاکہ ان کی زندگیاں خوشگوار گزریں۔نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"مرد کو خواہ مخواہ عورت کی عیب جوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس کی کوئی عادت بری ہے جو اسے ناپسند ہے تو یقیناً دوسری عادتیں اور خصلتیں اچھی بھی ہونگی جو اسے خوش کردیں گی" **(مسلم)**

نبی پاک ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ رفاقت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کمزوریوں کو نظر انداز کیا جائے اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے ظاہری عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے،مرد عورت بھی ایک دوسرے کی پردہ پوشی کریں۔اگر ایک طرف اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے مردوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں تو دوسری طرف عورتوں کے بھی کچھ فرائض مقرر کیے ہیں۔اگر دونوں فریق اپنے اپنے فرائض اور حقوق کا خیال رکھیں تو زندگی یقیناً خوشگوار گزرے گی۔ زوجین میں پیار و محبت کا جذبہ اُبھرے گا اور کسی قسم کے شکوہ و شکایت کی گنجائش نہ رہے گی۔

اسلام میں شادی کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی تسکین ہو۔دل کو راحت ملے ۔ضمیر قرار پکڑے اور مرد و عورت محبت، رحم، ہمدردی، یکسانیت و ہم آہنگی، باہمی تعاون اور آپس میں شفقت و مہربانی کی ایسی فضا قائم کریں جس میں نو خیز نسل کی پرورش ہو سکے اور ایک محفوظ

مسلم خاندان پروان چڑھے۔خاندان سے مراد شوہر بیوی اوران کے بچے ہیں خواہ وہ کسی محل میں رہتے ہوں یا جھونپڑی میں۔دراصل خاندان ایک مرد اورایک عورت کے ایسے معاہدے سے جس میں وہ اپنے مذہبی یا قومی دستور کے مطابق یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہیں گے اس معاہدے کے معرض وجود میں آتے ہی دونوں پر کچھ فرائض اور حقوق عائد ہو جاتے ہیں۔اب جس قدر دونوں فریقین ان حقوق وفرائض کو احسن و بخوبی اور تندہی سے انجام دیں گے اسی قدر راحت وسکون سے رہیں گے اور یہ گھر جنت بن جائے گا۔ اس کے برعکس جس قدر وہ ان حقوق وفرائض کی طرف سے روگردانی اور بے پروائی کریں گے اتنی ہی زندگی مصیبت اور تکلیف سے گزرے گی اور یہی گھر ان کے لیے جہنم بن جائے گا۔ قرآن نے مردوعورت کے درمیان اس فطری اورابدی تعلق کی بہت ہی لطیف اور پر اشتیاق تصویر کشی کی ہے جس میں امن وسکون کی بادنسیم چلتی ہے اور جس سے محبت مفاہمت اور رحمت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ارشاد ربّانی ہے:

ترجمہ:''اوراس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی''۔

اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

''دنیا سامان زیست ہے اوراس کا بہترین سامان نیک اور صالح عورت ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ دوسری صفات کے ساتھ ساتھ خوبصورتی بھی ان صفات میں سے ہے جنہیں آدمی نیک عورت میں چاہتا ہے۔

ارشادگرامی ہے:

''مومن کے لیے اللہ کے بعد سب سے زیادہ مفید اور باعث خیر و برکت نعمت نیک بیوی ہے کہ جب اس سے کسی کام کے لیے کہے تو وہ خوش دلی سے سرانجام دے۔جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب وہ اس کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم پوری کردے اور جب وہ کہیں چلا جائے تو اس کے پیچھے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی میں شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہﷺ سے پوچھا بہترین عورت کونسی ہے۔آپﷺ نے فرمایا جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی حاصل ہو جو اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسے ناپسند ہو اور اس کا مال ایسی جگہ خرچ نہ کرے جہاں اس کے شوہر کی مرضی نہ ہو۔

اسلام نے عورت کے بارے میں خیر کی وصیت کی ہے اور اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے جتنا کسی اور مذہب میں نہیں دیا گیا۔رسول اللہﷺ نے تمام مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اچھا سلوک کرنے والے شوہر کو اس اُمت کے بہترین اور ممتاز لوگوں میں سے قرار دیا ہے فرمایا:

''کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہیں۔

اسلام نے جہاں مرد سے یہ مطالبہ کیا ہے وہ عورت کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور حسن سلوک سے پیش آئے وہیں عورت کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ حلال ،انصاف اور عدل کی حدود میں مرد کی اطاعت کرے اس اطاعت پر اسلام نے جتنی سختی سے زور دیا ہے اس کا اندازہ رسول اللہﷺ کے اس ارشاد سے ہوسکتا ہے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے یہی نہیں بلکہ شوہر کی

خوشنودی کو جنت میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا۔ارشاد ہے" کہ جس عورت نے بھی اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا وہ جنت میں داخل ہو گی ۔ نافرمان اور شوہر سے الگ رہنے والی عورت کے بارے میں یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ راست روی اختیار کر کے شوہر کیساتھ مصالحت کرے اور جو عورت ناراض ہو کر شوہر سے الگ رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تعمیر ملت" میں ازدواجی زندگی کے بارے میں نہایت ہی خوبصورت جامع مضمون لکھا ہے جو نہ صرف توحیدی بھائیوں کے لیے ہے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ تعمیر ملت اور باباجی کی دوسری تصانیف توحیدی بھائیوں کے لیے بے بہا سرمایہ ہیں ان کے پڑھنے سے روح کو تازگی ملتی ہے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور علم میں اضافہ ہوتا ہے اسی لیے تو موجودہ شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ باباجی انصاریؒ کی تصانیف کا لازمی مطالعہ کیا کرو۔ ماہ دسمبر 2015 کے ماہنامہ فلاح آدمیت کے آخری صفحے پر مرکز سے ہدایت کی ہیڈنگ میں بابا جان محمد یعقوب صاحب نے تمام پیر بھائیوں کو ان کتب کے مطالعہ کا حکم صادر فرمایا ہے جن بھائیوں نے ابھی تک مطالعہ نہیں کیا تو بلا تاخیر ان کتب کا مطالعہ شروع کر دیں" ہاں تو قبلہ بابا جان انصاریؒ لکھتے ہیں کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر رہنے سہنے کے طریقے وحی، الہام یا عقل کے ذریعے تعلیم کر دیے ہیں نکاح کا دستور اسی دن سے کسی نہ کسی صورت میں آج تک چلا آ رہا ہے یہ اللہ کا حکم اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے زوجین کا

سب سے پہلا اور سب سے اہم مشترک فرض یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو روزِ اوّل ہی سے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے مزاج اور عادتوں میں مناسب تغیر و تبدل پیدا کر کے ہم مزاج اور ہم خیال بن جائیں اس کام کو آسانی سے سرانجام دینے کے لیے ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں کو بالکل نظر انداز کر دینا اور بڑے بڑے اختلافات کو محبت اور پیار سے ایک دوسرے کو بتا دینا چاہیے۔ یہ کام اگر انتہائی صبر اور قوت برداشت سے کیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ گرہستی کی گاڑی زندگی کی شاہراہ پر فراٹے بھرنے لگے گی اور باقی عمر بہت آرام و آسائش سے بسر ہو گی کس قدر احمق ہیں وہ لوگ جو شادی کے بعد ذرا ذرا سی شکایتوں اور بدگمانیوں کی وجہ سے زندگی کو تلخ اور اپنے جنت کدہ کو جہنم بنا لیتے ہیں اور پھر الزام قسمت اور خدا کو دیتے ہیں۔ نکاح ایک معاہدہ ہے اسکی بنیاد ہرگز محبت اور معاشقہ پر نہیں رکھی گئی اکثر مغربیت زدہ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور ہماری سوسائٹی میں بھی یورپ کی کورٹ شپ کا قاعدہ رائج کرنے کے حامی ہیں لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یورپ اور امریکہ ہی نے اس طریقہ سے کونسا فائدہ حاصل کیا ہے ان ملکوں میں کورٹ شپ کے بعد بھی جو شادیاں ہوتی ہیں ان کا انجام مایوس کن ہے اور طلاقوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ جب ایک نامحرم مرد اور عورت آزادی اور بے پردگی کی وجہ سے آپس میں بے تکلف ہو کر ملتے ہیں تو جبلی کشش جنسی دونوں کو ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے اور وہ اس ہوس کو محبت سمجھ کر شادی کر لیتے ہیں اور جب ہوس پوری ہو جاتی ہے تو طلاق حاصل کر کے نئے جوڑوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اسلام نے رشتۂ ازدواج کی بنیاد محبت پر نہیں بلکہ محبت کی بنیاد رشتہ ازدواج پر رکھی ہے یعنی نکاح کے بعد میاں بیوی اگر اسلامی طریقوں کے مطابق رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق پوری طرح ادا کریں تو رفتہ رفتہ ان میں اس قدر محبت پیدا ہو جاتی ہے

جو عمر بھر باقی رہتی ہے۔ بابا جان انصاریؒ نبی رحمت ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کی بد خلقی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا کرے گا جتنا حضرت ایوبؑ کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا۔ دوسری طرف عورتوں کے لیے بھی حکم ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں اور جب مرد گھر آئیں تو مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کریں ۔ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو بنا سنوار کے رکھیں اور نہایت خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کریں اور اس اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کریں ان کے کھانے اور آرام کا خاص خیال رکھیں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کریں جس گھر میں عورت خوش نہیں رہتی اس گھر میں حزن ملال، پھٹکار اور لعنت برستی ہے ایسے گھر میں پرورش پانے والے بچے بھی بدمزاج بد ذوق اور بد دماغ اٹھتے ہیں۔

زوجین کے آداب وفرائض

شوہر کے آداب وفرائض ا:

بیوی کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گزاریے اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ ادا کیجیے اور ہر معاملہ میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کیجیے ۔خدا کا ارشاد ہے۔

ترجمہ ''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو''

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ہدایت فرمائی: ''لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کوئی کھلی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارو کہ کوئی شدید چوٹ آئے اور پھر جب

وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تمہارے اوپر ہیں۔ ان پر تمہارے حقوق یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم نا پسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

۲: جہاں تک ہو سکے بیوی سے خوش گمان رہیے اور اس کے ساتھ نباہ کرنے میں تحمل، بردباری اور اعلیٰ ظرفی کی روش اختیار کرو۔ اگر اس میں شکل وصورت یا عادات واخلاق یا سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کوئی کمزوری بھی ہو تو صبر کے ساتھ اس کو برداشت کرو اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی، درگزر، ایثار اور مصلحت سے کام لیجیے۔عورت کے کسی ظاہر عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو ہرگز برباد نہ کیجیے۔

۳: عفو کی روش اختیار کیجیے اور بیوی کی کوتاہیوں نادانیوں اور سرکشیوں سے چشم پوشی کیجیے۔عورت عقل وخرد کے اعتبار سے کمزور اور نہایت ہی جذباتی ہوتی ہے۔اس لیے صبر و سکون رحمت وشفقت اور دل سوزی کے ساتھ اس کو سدھارنے کی کوشش کیجیے۔

۴: بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کیجیے اور پیار و محبت سے پیش آیئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں۔اپنی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی کو جانچنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے، گھر والوں کی دلجوئی کرے اور پیار و محبت سے پیش آئے۔

۵: فراخدلی کے ساتھ رفیقہ حیات کی ضروریات پوری کیجیے۔خرچ میں کبھی تنگی نہ کیجیے۔اپنی محنت کی کمائی گھر والوں پر خرچ کر کے سکون اور مسرت محسوس کیجیے۔کھانا کپڑا بیوی کا حق ہے اس حق کو خوش دلی اور کشادگی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرنا شوہر کا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے اس فریضہ کو کھلے دل انجام دینے سے نہ صرف دنیا میں خوشگوار زندگی کی نعمت حاصل ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی اجر وانعام کا مستحق بنتا ہے۔

۶: بیوی کو دینی احکام اور تہذیب سکھایئے دینی تعلیم اور اسلامی اخلاق سے آراستہ کیجیے تا کہ وہ ایک اچھی بیوی، اچھی ماں اور اللہ کی نیک بندی بن سکے اللہ کا ارشاد ہے ''اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

۷: اگر کسی کی کئی بیویاں ہوں تو سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ اور سلوک کیجیے۔رسول اللہ ﷺ بیویوں کے ساتھ برتاؤ میں برابری کا بڑا اہتمام فرماتے۔آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اگر کسی کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا

بیوی کے آداب وفرائض:

۱: نہایت خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کیجیے اور اس اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کیجیے۔اس لیے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو بندی خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے وہ اپنے خدا کو خوش کرتی ہے۔قرآن میں ہے کہ نیک بیویاں شوہر کی اطاعت کرتی ہیں۔نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے

''کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے،شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کی اہمیت واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عورت کو تنبیہ کی ہے دو قسم کے آدمی

وہ ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اونچی نہیں اٹھتیں۔

اس غلام کی نماز جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے اور جب تک وہ لوٹ نہ آئے۔

اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے اور جب تک شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔

۲: اپنی آبرو اور عفت کی حفاظت کا اہتمام کیجیے اور ان باتوں اور کاموں سے بھی دور رہیے جن سے دامن عصمت پر دھبہ لگنے کا اندیشہ ہو۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے "عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے اپنی آبرو کی حفاظت کرے اپنے شوہر کی فرماں بردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

۳: شوہر کی اجازت اور مرضی کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور نہ ہی ایسے گھروں میں جائے جہاں شوہر پسند نہ کرے اور نہ ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے جن کا آنا شوہر کو ناگوار گزرے۔

۴: ہمیشہ اپنے عمل، انداز و اطوار سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کیجیے۔ کامیاب ازدواجی زندگی کا راز بھی یہی ہے اور خدا کی رضا اور جنت کے حصول کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ جس عورت نے بھی اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا وہ جنت میں داخل ہو گی۔ ناشکر گزار اور احسان فراموش بیوی کو تنبیہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"خدا قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو شوہر کی ناشکر گزار ہو گی۔

۵: صفائی، سلیقہ اور آرائش و زیبائش کا پورا پورا اہتمام کیجیے۔ گھر کو صاف ستھرا رکھیے اور ہر چیز کو سلیقہ سے سجائیے اور سلیقہ سے استعمال کیجیے۔ صاف ستھرا گھر، قرینے سے سجے ہوئے صاف ستھرے کمرے گھریلو کاموں میں سلیقہ اور سگھڑ پن بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی

کی پاکیزہ مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی پیار و محبت اور خیر و برکت سے مالا مال ہوتی ہے بلکہ ایک بیوی کے لیے اپنی عاقبت بنانے اور خدا کو خوش کرنے کا بھی یہی ذریعہ ہے۔
ایک بار بیگم عثمان بن مظعونؓ سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپؓ نے دیکھا کہ بیگم عثمان بن مظعون نہایت سادہ کپڑوں میں ہیں۔اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا تو حضرت عائشہؓ کو بہت تعجب ہوا اور ان سے پوچھ لیا بی بی! کیا عثمان کہیں باہر سفر پر گئے ہوئے ہیں؟ اس تعجب سے اندازہ کیجیے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہروں کے لیے بناؤ سنگھار کرنا کیسا پسندیدہ فعل ہے۔

۶: شادی کے بعد شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھے اور شوہر کے مال کو شوہر کے گھر کی رونق بڑھانے ،شوہر کی عزت بنانے اور اس کے بچوں کا مستقبل سنوارنے میں حکمت اور کفایت سے خرچ کیجیے۔شوہر کی ترقی اور خوشحالی اپنی ترقی اور خوشحالی سمجھے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو ازدواجی زندگی کے آداب سے بہرہ مند فرمائے اور اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

دماغ-قدرت کا نادر عطیہ

(ملک زوّار حسین)

قدرت نے ہر انسان کو دماغ کی شکل میں ایک نادر عطیہ سے نواز رکھا ہے جسے انسان جس طرح چاہے استعمال کرسکتا ہے۔ دماغ ہی کی وجہ سے آپ سوچتے ہیں، خواب دیکھتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور یاد رکھنے کے قابل ہوتے ہیں، آپ بات کرتے ہیں، چلتے ہیں، لکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، دیکھتے اور سنتے ہیں، چکھتے ہیں ہنستے ہیں، روتے ہیں یہ سب دماغ ہی کا کام ہے۔ دماغ آپ کی سانس کو اور دل کی حرکت کو کنٹرول کرتا ہے۔ آپ کا دماغ آپ کو زندہ رکھتا ہے۔ دماغ کے برابر دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ اگر دماغ خراب ہوجائے اور باقی جسم کے اعضاء صحت مند بھی ہوں تو مربوط جسم و ذہن درہم برہم ہوجاتا ہے۔ شعور کی گرفت ڈھیلی پڑنے سے جسمانی حرکات، ربط و توازن، اعمال کی سمت اور ان کے مقاصد سب غیر بود ہوجاتے ہیں۔ انسان کے اعلیٰ افکار و نظریات، علم اور منصوبہ بندی کا مرکز ذہن ہی ہے۔

انسانی ذہن ایک قطعہ زمین کی مانند ہے جس میں مختلف قسم کے بیج (خیالات) مختلف اوقات میں پھوٹتے اور نمو پاتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ کے اثرات تو جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں لیکن کچھ خیالات سال ہا سال کے بعد اپنے اثرات دکھاتے ہیں۔ انسانی ذہن کی جتنی ورزش کی جائے اس میں اتنی ہی طاقت اور تناوَ آتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ

اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔بشرطیکہ اس کا استعمال باقاعدگی سے کیا جائے۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ اچھا جسم اچھے ذہن کا مالک ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اچھا ذہن ہی اچھے جسم کا مالک ہوسکتا ہے بیمار ذہن بیمار جسم اور تندرست ذہن تندرست جسم اور یہ اس لئے کہ ہمارا جسم ذہن کے تابع ہے نہ کہ ذہن جسم کے تابع ہے۔ماہرین نے دماغ کو سمجھنے کیلئے خوب سر کھپایا ہے۔پھر بھی یہ ہمارے لئے راز بنا ہوا ہے

پچھلے چند سالوں سے سائنسدانوں نے اسکے رازوں پر سے پردہ اُٹھانا شروع کردیا ہے۔کبھی کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی ماں باپ کے دو بچوں میں سے ایک نیک فرمانبردار تو دوسرا تشدد پسند اور مجرمانہ رجحان والا بن جاتا ہے۔ہم میں سے کسی کو موسیقی اچھی لگتی ہے تو کسی کا رجحان تجارت کی طرف ہوتا ہے۔کوئی بچہ بچپن میں تیز اور ذہین ہونے کے باوجود جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے رکھتے زندگی کے ہر امتحان میں خود کو ناکام پاتا ہے۔ ہمارے مزاج اور برتاؤ سے جڑے ہوئے ایسے ڈھیر سارے سوالات کا جواب کائنات کی اس پیچیدہ ترین شئے کی اندرونی دنیا میں چھپا ہوا ہے جسے ہم انسانی دماغ کہتے ہیں۔

دماغ ہمارے جسم کا حاکم اعلیٰ ہے۔مختلف نظاموں کے کاموں کی نگرانی اور ان میں ربط قائم کرنے کے علاوہ دماغ کے مندرجہ ذیل کام ہوتے ہیں،دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، گرمی،سردی،بوجھ وغیرہ کے احساسات اسی میں پیدا ہوتے ہیں۔ہمارے تمام جذبات بھی دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔غصہ، رنج،کوفت، خوشی وغیرہ جذبات کا تعین صرف دماغ سے ہے۔عقل، ذہن، یادداشت،غوروفکر کا مرکز بھی ہمارا دماغ ہے اور قدرت نے ہر کام کیلئے دماغ کا ایک مخصوص حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

دماغ ایک بہت پیچیدہ عضو ہے۔چونکہ یہ انسانی جسم کو کنٹرول کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے،اس لئے قدرت نے اسے جسم کے مضبوط ترین حصے انسانی کھوپڑی میں چاروں طرف سے سخت قسم کی ہڈیوں کے درمیان حفاظت سے رکھا ہوتا ہے۔دماغ کا اوسط وزن 1364 گرام ہوتا ہے۔جسم کا گرینڈ ماسڑ یعنی دماغ کہنے کو تو صرف چند اونس کا چھوٹا سا عضو ہے لیکن اس کے ذمہ جو کام اور فرائض ہیں وہ انتہائی حیرت انگیز ہیں۔اس دماغ نے انسان کو ستاروں سے آگے جہانوں کی تلاش میں مدد کی۔سمندروں کی گہرائیوں میں پوشیدہ رازوں کا پتہ چلایا۔زمین کی وسعتوں میں پوشیدہ خزانوں کا سراغ لگایا۔اس دماغ ہی نے سائنس کی حیرت انگیز ایجادوں اور دریافتوں کو انسان کی زندگی کے آنگن میں بکھیر دیا اور سب سے بڑھ کر اسی دماغ نے انسان کو خودی کی پہچان دی اور اسے اسکی عظمتوں کی نوید دی۔انسان کی تمام ایجادات اس کے دماغ کے سامنے ہیچ ہیں۔یہ روح کا نازک گھر ہے۔

اس کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے آکسیجن جو ہم سانس کے ذریعے لیتے ہیں اور خوراک میں جو توانائی ہم حاصل کرتے ہیں،ان ہر دو کا تقریباً بیس فیصد صرف دماغ ہی استعمال کرتا ہے۔بدن کا تقریباً15 فیصد خون بھی اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

انسانی دماغ طاقت کا بہت بڑا گہرا خزانہ ہے،جو ہر آدمی کو پیدائشی طور پر حاصل ہے۔وہ کسب اور کوشش کے بغیر ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ملا ہوا ہے۔صحتمند ٹھیک دماغ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی شخص مفلس نہیں۔کوئی بھی شخص دوسرے سے کمزور نہیں۔خواہ ظاہری سازوسامان کے اعتبار سے وہ کتنا ہی زیادہ مفلس اور کمزور دکھائی دیتا ہو۔دماغ کی صورت میں سب سے زیادہ طاقتور مشین آپ کے پاس موجود ہے،ایسی مشین جس کے مثل

کوئی دوسری چیز ساری کائنات میں کہیں موجود نہیں۔اس طاقتور مشینی خزانہ کو استعمال کیجئے،اس کے اندر چھپے ہوئے امکانات کو بروئے کار لانے کی کوشش کیجئے اور پھر آپ کو کبھی ناکامی کی شکایت نہیں ہوگی۔

دنیا میں کسی بھی شخص نے جو بھی ترقی یا کامیابی حاصل کی ہے وہ اسی دماغ کی طاقت کو استعمال کر کے حاصل کی ہے۔فطرت کی طرف سے دی ہوئی یہی عظیم طاقت آپ کے پاس بھی موجود ہے۔کامیابی کی ہر بلندی اس انتظار میں ہے کہ آپ بھی اس ذہنی طاقت کی بدولت وہاں پہنچیں اور اپنے آپ کو اس کے اوپر کھڑا کریں۔

جیسے ہماری دنیا ایک عالم کبیر ہے اس کے مقابلے میں انسان ایک عالم صغیر ہے۔ ہر زندہ انسان کے وجود میں ایک حاکم،فرمانروا بادشاہ ہوتا ہے،اس کا وزیر ہوتا ہے اور اس کے کارندے اور جاسوس ہیں۔یہ پورا نظام حکومت ہے اور انسانی جسم ایک مملکت ہے۔ ذہن بادشاہ فرمانروا،صدر ہے۔

بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیجئے

(مولانا تنظیم عالم قاسمی)

تزکیۂ قلب دل کی پاکی کو کہا جاتا ہے یعنی انسان کے دل و دماغ کو بے حیائی اور دنیوی آلائشوں سے پاک کرکے اس میں خوفِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے، عام طور پر انسانی نفوس کا رجحان ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں، جن میں نفس کو لطف اور مزہ آتا ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رشد و ہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوف و سلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے کہ اگر انسان کا دل پاک ہو جائے، سوچ و فکر قرآنی اصول کے سانچے میں ڈھل جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ صالح اور نیک نہ ہو، زنا کاری، شراب نوشی، ظلم و زیادتی، چوری، ڈاکہ زنی اور ہزار طرح کے جرائم اس لئے وجود میں آتے ہیں کہ دل میں اللہ کا خوف ہے اور نہ آخرت پر یقین۔ اللہ کی قدرت اور وجود کا تصور بلا شبہ بڑے بڑے گناہ کے عادی انسان کے ہاتھوں غیر مرئی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں لگا دیتا ہے، پھر وہ اس طرح سنور جاتا ہے کہ رات کے سناٹے میں بھی اس کا ذہن کسی برائی کی طرف نہیں جاتا، دولت کے خزانے میں بھی رہ کر دل میں خیانت کا تصور نہیں آتا۔ بے حیائی کے تمام اسباب و وسائل موجود ہوں، پھر بھی طبیعت اس پر آمادہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تزکیۂ قلب پر بڑا زور دیا ہے۔ سورۂ الاعلیٰ آیت ۱۴ میں ارشاد فرمایا گیا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیO ''تحقیق کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنا تزکیہ کیا۔'' یہی مفہوم سورۂ الشمس آیت ۹

میں ان کلمات میں بیان کیا گیا:

قَدْ اَفْلَحَ مَن زَكّٰهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسّٰهَا ۔ ترجمہ "بلاشبہ وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو سنوارا اور نا کام ہوا وہ شخص جس نے اس کو خاک میں ملایا یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی۔" ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی اور فوز و فلاح تزکیۂ قلب کے ساتھ مربوط ہے، دل اگر پاکیزہ ہے تو اُخروی نعمتیں استقبال کریں گی، دنیا میں سکون و اطمینان، عزت اور بلند مقام تو حاصل ہوگا اسی کے ساتھ جنت کی ابدی راحت رساں چیزیں سامنے حاضر ہونگی، وہ جب اور جس طرح چاہے گا، کھائے گا اور مزے لے گا اور اللہ کی رضا اس کو مکمل طور پر حاصل ہوگی۔

عرب قوم جس کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، پلے بڑھے اور جوان ہوئے یقیناً وہ ایک جنگجو قوم تھی، تہذیب و تمدن سے نابلد، برائیوں کے خوگر، معرفت الٰہی سے کوسوں دور اور طبیعت کے اعتبار سے انتہائی سخت اُجڈ اور گنوار تھی، نبی اکرم ﷺ کی نظر کرم نے ان کو ایسا بدلا کہ ساری دنیا کے لئے وہ ہدایت کے چراغ بن گئے، جو پہلے گنوار تھے مہذب بن گئے، مشرک تھے موحد ہو گئے، سخت تھے، نرم ہو گئے، جو پہلے بے حیثیت تھے وہ دنیا کے امام بن گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صدیقیت کا مقام نہ ملتا اگر رسول اکرم ﷺ کی معیت نصیب نہ ہوتی، حضرت عمر فاروقؓ کو فاروق، حضرت عثمانؓ کو غنی اور ذوالنورین (دو روشنی والے) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو شیر خدا کا خطاب اور اعزاز رسول رحمت ﷺ کی صحبت اور محبت کا اثر ہے، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ عرب کے باہر سے تشریف لائے، کوئی تعارف اور شناسائی نہیں، پہلے غلام تھے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور صحبت نے انہیں وہ مقام عطا کیا کہ تمام مسلمانوں

کہ وہ چہیتے اور سردار بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، اور پھر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی مجالس اور صحبت میں وہ تاثیر پائی جاتی ہے جس سے سخت سے سخت انسان کا دل بھی موم بن جاتا ہے، اللہ کا خوف اور آخرت کی تڑپ پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے اندر تکبر، حسد، بغض، حبِ دنیا ہے اور آخرت سے بے فکری ہے، گناہوں سے دلچسپی ہے، اس طرح کے تمام گندے اوصاف شیطانوں کے مکروفریب اور ان کے بہکاوے سے پیدا ہوتے ہیں۔ صلحاء اور بزرگان دین مدتوں ریاضت سے جن کے نفوس منجھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ شیطان کے مکروفریب کو خوب جانتے ہیں ان بزرگوں کی جو صحبت اختیار کرتا ہے اور ان کے توسط سے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے، یہ نفوس قدسیہ ان کو شیطان اور نفس سے بچنے کی تدبیریں بتاتے ہیں، اگر ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو بہت جلد نفس کے عیوب اور رذائل کا ازالہ ہوجاتا ہے اور ان کے فیضِ صحبت سے انسان اخلاقِ فاضلہ، معرفت الٰہی، خوف خدا، آخرت کی طرف رغبت کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ پھر وہ کہیں بھی رہے اللہ کی گرفت کا خوف، تقویٰ کا احساس ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔

تصوف وسلوک اور تزکیۂ قلب دونوں ایک چیز ہیں۔ جب دل پاک ہوگا تو خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف میلان بڑھے گا، اللہ تعالیٰ سے قُرب دل کی صالحیت پر موقوف ہے۔ مشائخ نے جو اصلاح نفس کیلئے جو تدبیریں اور طریقے تجویز کیے ہیں، یہ مقاصد نہیں وسائل ہیں، اہل اللہ کی صحبت اور نظروں میں رہ کر آدمی کامل انسان بنتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے جو شریعت میں مطلوب ومقصود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلے کے مقابلے میں آج مصروفیات بڑھتی جا رہی ہیں، لوگوں کو اتنی فرصت نہیں کہ از خود تصوف وسلوک کی کٹھن راہ پر چل کر کامیابی حاصل کریں، یہ ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے، اس لئے بہتر ہے اہل دل، اہلِ نظر اولیاء اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، ان کی رہنمائی اور قرآن وسنت کی روشنی میں دیئے گئے خطوط پر عمل آوری سے ایک سالک بہت جلد اس راہ سلوک کی مسافت کو طے کرسکتا ہے۔ جب بھی وقت ملے فرصت پا کر بزرگان دین کی مجالس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے ولی کا اللہ سے بڑا قُرب ہوتا ہے، ان کے مجاہدوں و ریاضت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت اور نظروں میں تاثیر رکھی ہے جو محض مطالعہ، وعظ وتقریر، مال زر یا شخصی محنت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

آج لوگ اللہ والوں کی مجلس سے بھاگتے ہیں، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ وعصیان کا ماحول ہے، گردوپیش سے عام انسان تو عام انسان ''ولی اللہ'' بھی متاثر ہوجاتا ہے۔ گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عاد وثمود کی بستی سے جب گزر ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے منہ چھپالیا اور صحابہؓ کو جلدی سے گزر جانے کیلئے فرمایا۔

برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور صحبت کے اچھے اثرات پڑیں گے۔ درحقیقت انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے، مزاج، طبیعت، رجحان ویسے ہی بن جاتے ہیں، بزرگوں کی صحبت میں اگر کوئی مکمل بزرگی اختیار نہ بھی کرے، پھر بھی کچھ دیر کیلئے آخرت کی فکر پیدا ہوگی، اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی و ندامت محسوس ہوگی اور دل میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ بزرگوں کی نگاہوں میں وہ کیمیائی اثر ہے جو

بہت جلد انسان کو متاثر کرتا ہے، گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور نیکو کار کی رفتارِ عمل دو چند ہو جاتی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت میں برکت ہوتی ہے اور ان کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نفس اور شیطان سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے نفسانی اور شیطانی مکروفریب سے انسان خوب واقف ہوجاتا ہے اور بچنے کی تدابیر اچھی طرح کر لیتا ہے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا کہ دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں، غیر مرئی طور پر اللہ والوں کے قلوب کی ایمانی طاقت ان کے ہم نشینوں پر اثر کرتی ہے۔ اور ان کے طاقتور یقین کا نور ان کے ہم نشینوں کے ضعیف اور کمزور یقین کو توانائی بخشتا اور نورانی بناتا رہتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہہ کر اس مسئلہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اب ویسے بزرگ کہاں جو پہلے تھے، چاہنے کے باوجود بھی اولیاء اللہ کی صحبت آج میسر نہیں، یہ سوچ سراسر شیطانی، دھوکہ ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اولیاء اللہ اور صلحاء ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ سورۂ توبہ آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ ڈرتے رہیں اور تقویٰ اختیار کریں اور صدیقین کی صحبت اختیار کریں، اگر سچے لوگ ہر زمانے میں پیدا نہ کیے جائیں تو یہ ایسا حکم جس کی تکمیل پر انسان قادر نہیں، اور ایسا حکم کامل حکیم کی طرف سے نہیں دیا جا سکتا، اس لئے معلوم ہوا کہ صدیقین، اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانے میں رہے گا، ان کو ڈھونڈنا اور سچی تڑپ کے ذریعہ ان تک پہنچنا ہماری ذمہ داری ہے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا کہ لیلیٰ کا جب انتقال ہوا تو مجنوں کو خبر نہیں ہوئی تھی، بعد میں قبرستان پہنچا تو

ہر قبر کی مٹی سونگھتا پھر رہا تھا۔لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھتے ہی وہ دیوانہ وار کہنے لگا۔ ’’یہی ہے، یہی ہے۔‘‘عشق ومحبت کی بنیاد پر مٹی کی بو سونگھ کر اس نے لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگا لیا۔اسی طرح اگر کسی کو سچی پیاس اور تلاش ہو تو اللہ والوں کے جسموں سے روحانی خوشبو سونگھ کر اللہ والوں کو پہچانا جا سکتا ہے۔ہاں اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زمانہ کے انحطاط کے ساتھ ولایت میں بھی انحطاط پیدا ہوا ہے،قحط الرجال کا دور ہے۔ پہلے طالبین کامل تھے تو اولیاء اللہ جنید بغدادیؒ اور حسن بصریؒ کی شخصیات پیدا ہوئیں ۔جب طلب صادق میں کمی آئی تو ولایت کا درجہ بھی کم ہوا۔وہ صلحاء جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اعمال و اخلاق درست ہونے لگیں، اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ والا ہے۔اس کی صحبت سے ضرور فائدہ ہوگا۔ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں۔اولیاء کی پہچان یہ ہے کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ کے عاشق ہونگے۔ کسی کرامت کا ظہور بزرگی کیلئے لازم نہیں۔فرائض و واجبات کے ساتھ مکمل طور پر سنت کی پابندی ولایت کو جانچنے کیلئے کافی ہے۔بہرحال ولی کامل ہو تو ان کی صحبت اور نظر کرم فائدے سے خالی نہیں۔کاش!مسلمان دنیا داروں سے اپنی نگاہ اور توجہ کو پھیر کر اہل اللہ کی طرف مرکوز کر دیں اور ان کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اصلاحی تعلق پیدا کریں۔ اس کے بغیر اصلاح ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

خُلق ومروت

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

انسانی زندگی میں جتنی اہمیت خلق ومروت کو حاصل ہے، شاید کسی اور خوبی کو حاصل ہو۔اس کا بین ثبوت حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا واقعہ ہے۔حضور اکرمؐ پر جب پہلی مرتبہ وحی کا نزول ہوا تو آپ پریشان ہو گئے اور آپ کو شبہ گزرا کہ شاید آپ کو آسیب ہو گیا ہے یا خدانخواستہ کوئی خطرناک ذہنی یا رُوحانی عارضہ ہو گیا ہے۔اس موقع پر آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو تسلی دی کہ یہ کوئی عارضہ نہیں ہو سکتا بلکہ نبوت کی ابتدا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے بنیادی دلیل پیش کی کہ حضور ﷺ خلق ومروت کا سراپا ہیں، آپ غریبوں کی کفالت فرماتے ہیں، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت فرماتے ہیں، ہر ایک سے خیر خواہی اور محبت سے پیش آتے ہیں، صدق اور امانت کی وجہ سے آپ کا لقب صادق اور امین ہو گیا ہے، چنانچہ وہ شخص جو خلق ومروت کا اتنا بڑا پیکر ہو، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے کہ اسے وہ کچھ نظر آئے جو سرے سے موجود ہی نہ ہو۔یا وہ کسی قسم کے فریب میں مبتلا ہو جائے۔دیکھ لیجیے کہ نبوت کی سب سے بڑی دلیل جو پیش کی گئی وہ خلق ومروت ہی تھی۔

بعثت کے بعد مشرکین مکہ نے آپ پر الزام لگایا کہ معاذ اللہ آپ جنون کا شکار ہو گئے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس الزام کی پُر زور تردید فرمائی، بلکہ اس کی تردید میں جو اہم دلیل ارشاد فرمائی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے۔آیات ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ ''قسم ہے قلم کی اور قسم اس کی جو تم لکھتے ہو۔اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجنوں نہیں ہیں۔آپ کے لیے تو نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔اور یقیناً آپ تو بہترین اخلاق رکھنے والے ہیں۔''مطلب یہ ہوا کہ آپ مجنوں کس طرح ہو سکتے ہیں۔آپ تو خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنون کی ضد خلق ہے۔یعنی جس شخص میں جتنا زیادہ خلق ہوگا وہ دیوانگی سے اسی قدر دور ہوگا اور عقل سے اسی قدر بہرہ ور ہوگا۔اس کے برعکس جو شخص خلق سے جس قدر محروم ہوگا۔اتنا ہی وہ دیوانگی کے قریب ہوگا اور عقل سے محروم ہوگا۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عقل جو دراصل شرف انسانیت ہے خلق پر مبنی ہے جو شخص خلق سے محروم ہے وہ عقل سے کورا ہے اور بالآخر انسانیت سے بے بہرہ ہے۔یہی وجہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص مجنوں ہوتا ہے وہ بدترین اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔گالم گلوچ، پتھر مارنا، جو کچھ جی میں آئے کر گزرنا اس کا شیوہ ہے۔

خلق ومروت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کا برتاؤ سب سے بہتر ہو۔اسلام نے بار بار جس چیز کی تعلیم دی ہے وہ احسان ومروت ہے۔یعنی دوسرے شخص کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا

اور خود اپنے حق سے کم پر راضی ہو جانا۔ **یعنی تلقین تو مروت اور درجہ احسان کی کی جاتی ہے** لیکن اگر کوئی شخص احسان و مروت سے عاری رہ جاتا ہے تو اسے کم سے کم درجہ یعنی عدل و انصاف پر رہنے کا قانوناً مجبور کر دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر قانون و فتویٰ کا تعلق انصاف سے ہے لیکن تقویٰ کا تعلق احسان و مروت سے ہے اور اسی درجہ پر اسلامی معاشرہ کو تعلیم و تلقین اور عبادات کے ذریعہ لایا جاتا ہے۔ مروت کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک بنیادی حکم ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ ''حضرت حذیفہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم لوگوں کے نقال نہ بنو اور یہ نہ کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو ہم بھی اچھا برتاؤ کریں گے۔ اور اگر لوگ ہمارے ساتھ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ بلکہ ایسا ہونا چاہیے کہ تم اپنے آپ کو ایک مقام پر جماؤ اور وہ یہ کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو بھی تم بھلائی کرو اور اگر لوگ بُرائی کریں تو تم بھی ظلم نہ کرو۔''

واضح رہے کہ عربوں کے ہاں عزت کا معیار یہ تھا کہ بھلائی کے بدلہ بھلائی اور بُرائی کے بدلہ برائی کی جائے۔ اسلام نے اس معیار کو بدل دیا اور بُرائی کے بدلہ بھی بھلائی کی تلقین کی۔ یہ مروت کی بہترین شکل ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کرتا رہا۔ اس عرصے میں آپ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ میرے کسی کام کے بارے میں یہ نہیں کہا: ''یہ کیوں کیا؟ اور نہ میرے کسی کام کے نہ کرنے پہ یہ فرمایا: یہ کام کیوں نہیں کیا۔''

عام مجلس میں آپ کے خُلق کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: حدیث شریف میں ہے کہ

آپ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے، بلکہ مجلس میں بیٹھے ہوئے آپ کے زانو دوسرے لوگوں کے زانوؤں کے مقابلے میں آگے کو کھلے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔یعنی حضور ﷺ دوسروں سے نمایاں و برتر ہو کر نہ بیٹھتے۔دوسروں کو نام لے کر نہ بلاتے بلکہ اکثر ان کی کنیت سے پکارتے۔عربوں کے ہاں عزت سے بلانے کا یہی طریقہ تھا۔کوئی بات ناگوار محسوس ہوتی تو اسکے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں نظر آجاتے۔کبھی کبھی آپ غصہ کا اظہار اس طرح فرماتے کہ اُٹھ کر وہاں سے چلے جاتے۔اگر کبھی کسی کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو نام لے کر نہ ٹوکتے بلکہ اس انداز سے خطاب فرماتے کہ بعض لوگ اس قسم کی غلطی کیا کرتے ہیں۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

جنگ اُحد کے دوران جب آپ زخمی ہوئے اور مسلمانوں کا کافی نقصان ہوگیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کفار کے لیے بد دعا فرمائیں۔حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آپ نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا کہ ''میں لعنت کرنے کے لیے نہیں آیا، بلکہ اللہ تعالی نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' بلکہ آپ نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، یہ مجھے سمجھتے نہیں ہیں''

حضرت انس کا بیان ہے کہ آپ ایک مرتبہ سواری پر کہیں تشریف لے جارہے تھے ۔ایک دیہاتی نے آپ کی چادر کو اس بیدردی سے کھینچا کہ آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔پھر اس نے مالِ غنیمت میں سے کچھ مانگا۔آپ اس کے اکھڑ پن پر مسکرا دیے اور اسے بہت کچھ دینے کا حکم فرمایا۔عباد بن شرجیل ایک بہت ہی غریب مسلمان تھے۔شدید بھوک کے عالم

میں انہوں نے ایک باغ میں جا کر کھجوروں کی چوری کی۔ اور موقع پر پکڑے گئے۔ باغ کا مالک حضورؐ کے پاس انہیں پکڑ کر لایا۔ حضورﷺ نے چوری کی سزا دینے کی بجائے باغ کے مالک کو ڈانٹا اور فرمایا کہ اگر تم اس کے ساتھ خلق و مروت سے پیش آتے تو یہ شخص چوری کا مرتکب نہ ہوتا۔ آپ نے اپنی طرف سے ساٹھ سیر غلہ بھی عباد بن شرجیل کو عطا فرمایا اور باعزت طور پر رخصت کیا۔

آپ کی مروت کا یہ حال تھا کہ زندگی بھر آپ نے کسی کے سوال کو رد نہ کیا بلکہ اکثر ایسا ہوتا کہ اپنے پاس کچھ دینے کو نہ بھی ہوتا تو قرض لے کر عطا فرما دیتے۔ اکثر مقروض رہنے کی یہی وجہ تھی۔ ہمارے آئمہ، فقہاء اور دیگر بزرگوں میں بھی مروت کی بہت عملی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت امام شافعی اور امام ابوحنیفہ میں بہت زوردار بحث رہی کہ آیا صبح کی نماز میں دعا قنوت پڑھی جائے یا نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد جب امام شافعیؒ ان کی قبر پر تشریف لے گئے، تو لوگوں نے انہیں صبح کی نماز پڑھانے کو کہا۔ امام شافعیؒ نے اپنے مسلک کے عین خلاف نماز پڑھائی اور حنفی انداز میں بہت کچھ ادا کیا۔ حتیٰ کہ دُعائے قنوت بھی نہیں پڑھی۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ”قبر والے کے لحاظ و مروت میں میں نے اس کا مسلک اپنایا ہے، ورنہ میری رائے وہی ہے جو کہ تھی۔“ مطلب یہ ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود مروت سے کام لیا جاسکتا ہے اور اسلام اسی کی تعلیم دیتا ہے۔

اِتباع سنت اور اس کے تقاضے (از خطباتِ حرم)

امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس

ترجمہ: محمد عبدالہادی العمری

ترجمہ:

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرک اس کو کتنا ہی ناپسند کریں۔ میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے ذریعے سے مومن اور موحد بندے اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور میں اس کا ایسا شکر ادا کرتا ہوں جس کی پرہیز گار رغبت رکھتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ پاک ہے اور ظلم کرنے اور بہتان باندھنے والوں کی بے بنیاد باتوں سے بہت بلند ہے، ایسی شہادت جو فائدہ دے گواہی دینے والے کو اس دن جس دن مال اور اولاد فائدہ نہیں دیں گے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ انھیں اللہ نے ہمارا رہبرِ اعظم، جنت کی بشارت اور جہنم سے ڈرانے والا، دینِ اسلام کا داعی اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا، امانت ادا فرمائی، امت کو نصیحت فرمانے کی ذمہ داری پوری کر دی اور اللہ کے راستے میں بھر پور جدوجہد کی، جس سے اللہ نے بند دلوں کے حجاب دور کر دیے، نورِ بصیرت سے اندھی آنکھوں کو بینا کر دیا اور حق سے بہرے کانوں کو حق سے مانوس کر دیا۔ آپ کی وجہ سے اللہ نے

گمراہی اور ضلالت سے بچا کر لوگوں کو صاحبِ ہدایت کر دیا اور آپ ہی کی وجہ سے اللہ نے لوگوں کو بے راہ روی اور شقاوت سے نکال کر صاحب بصیرت بنا دیا۔ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا، آپ کے ذکر کو تابندگی عطا فرمائی، آپ کی قدر و منزلت بڑھائی، آپ کے بوجھوں کو اتار دیا اور آپ کے مخالفین کے لیے ذلت و رسوائی مقدر فرمائی۔ آپ کے ذریعے دین پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور آپ ہی کے ذریعے اس نعمت کا اتمام فرمایا اور آپ نے ہمارے لیے ایسی روشن شاہراہ کی نشاندہی فرمائی جس کی ہر چیز واضح اور عیاں ہے، جس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ دین وہی ہے جو آپ نے بتایا اور شریعت وہی ہے جو آپ نے مقرر فرمائی۔ ہم آپ کی محبت پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ایسی محبت جو ہر محبت پر غالب ہے، جو نفس، جان، اولاد، والدین اور تمام دنیا کی محبتوں پر فائق اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ کی آل اور اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان تمام لوگوں پر جو آپ کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔''

اس پُر فتن دور میں جب ہر طرف دین سے بیزاری اور حق و باطل کی کشمکش برپا ہو، ظلمتوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہو، سنتوں کے نشان مٹائے جا رہے ہوں، تقویٰ اور پرہیز گاری کی بات قندیلِ رہنمائی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تقوے کی کرنوں سے تاریکیاں نابود ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے نیکوکار بندوں اور شیطان کے پجاریوں میں واضح فرق نمایاں ہو گا، ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ:

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمھارے لیے نکلنے کی راہ بنا دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

جوتقوے کی دولت سے مالامال ہوگا اسے ایسی روشنی ملے گی جومنزل تک پہنچائے گی ،فرمان الٰہی ہے:

''اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ ،وہ تمھیں اپنی رحمت سے دو حصے (اجر) دے گااور تمھارے لیے ایسا نور بنائے گا کہ تم اس کے ساتھ چلو گے اور وہ تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا ،نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

آج کے اس پرآشوب دور میں ہمیں تقوے کی اشد ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالٰی کا وعدہ پورا ہو، جیسا کہ فرمایا گیا:

''(یہ) اللہ کا وعدہ ہے،اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

برادرانِ اسلام! امت مسلمہ کی بقا ترقی اور کامیابی قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے ۔ جب تک لوگوں نے اس اصول کو تھامے رکھا دنیا کی قیادت و امامت کرتے رہے،مشرق ومغرب میں ان کا غلبہ تھا اور اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرا رہا تھا لیکن جب ان میں دین سے بیزاری اور کتاب وسنت سے دوری پیدا ہوئی تو اس کے شدید نقصانات زندگی کے ہر شعبے اور گوشے میں دکھائی دینے لگے ۔ایمان وعقائد ، اعمال و اخلاقیات اور تمدنی ترقی غرض ہر جگہ ہمیں نقصانات اٹھانے پڑے حتیٰ کہ باطل عقائد اور نظریات ہم میں اس تیزی سے سرایت کر گئے کہ وہ دین کا حصہ بلکہ اصل دین دکھائی دینے لگے ۔امت کا شیرازہ بکھر گیا اور ہم مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے ۔ ہماری صلاحیتیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں ضائع ہونے لگیں ۔یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے اثرات مزید بھیانک شکل اختیار کر کے دور تک پھیلتے چلے گئے

اسلامی عقائد اوراس کی بنیادی تعلیمات پرحملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی، پُرفریب نعروں کے ذریعے سے حقائق کو الجھانے کی کوشش کی گئی ۔سنت کی آئینی اورشرعی اہمیت ،منزلت اور حیثیت کوگھٹانے کی جسارت کی گئی ۔ان حملوں کے نقصانات ہرسطح پردیکھے جاسکتے ہیں ،لہٰذا حق اورسچائی کے پرستاروں کے لیےضروری ہے کہ وہ دفاعِ حق کے لیے کمربستہ ہو جائیں ۔ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی صفوں کومتحد کر کے سچائی کو عام کریں ۔یہ وقت ہے کہ ہم جزوی اختلافات کوایک طرف رکھ کرسنت کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں ۔اہل علم کے لیے اس سے بہتر دین کی اور کیا خدمت ہوسکتی ہے کہ وہ دین کے اس چشمۂ صافی کوگدلا نہ ہونے دیں ، جیسا کہ امام یحییٰ بن یحییٰ نیشا پوریؒ ، جوامام بخاری اور امام مسلمؒ کے استاد ہیں ، فرماتے ہیں:

''سنت کی حفاظت جہاد سے افضل ہے۔''

اورعلامہ ابوعبید قاسم بن سلامؒ فرماتے ہیں:

''سنت کی پیروی کرنے والا یوں محسوس کرے گا جیسے اس نے اپنی ہتھیلی پر آگ کا انگارہ رکھ لیا ہواور ایسا شخص میری نظر میں اس سے کہیں بہتر ہے جوتلواروں کے سائے میں جہاد کر رہا ہو۔''

اس زمانے میں جبکہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پرطرح طرح کے غیر اسلامی افکار اور نظریاتی حملوں کی زد میں ہیں اور لوگوں کے نزدیک معیارحق کے پیمانے بدل چکے ہیں ۔نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ معروف کو منکر اور سنت کو بدعت سمجھنے لگے ہیں، ان حالات میں اہلِ حق پرواجب ہو چکا ہے کہ کسی خوف اور لگی لپٹی کے بغیر حقائق کو سامنے لائیں ،سنت کا دفاع کریں اور دین کے نام پر پھیلنے والے غلط افکار ونظریات کاازالہ کریں، اپنی توجہ

عقیدے کی اصلاح اور سنت کے اہتمام و التزام پر مرکوز کریں۔ ہر وہ چیز جو اس کے خلاف ہو یا غلط قسم کے شبہات کو جنم دے رہی ہو اس کی جرأت سے تردید کریں، چاہے یہ باطل نظریات باطل افراد کی طرف سے پیش کیے جا رہے ہوں یا باطل اداروں کی طرف سے کیونکہ حق اور سچائی کے مقابلے میں کوئی فکر یا نظریہ ہرگز قابل برداشت نہیں۔علمائے کرام حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ چاروں طرف سے سنت کی آئینی اور شرعی حیثیت پر رکیک حملے ہو رہے ہیں۔ہمیں کمربستہ ہو جانا چاہیے تاکہ سنت کے خلاف ہونے والے حملوں کا مدلل اور مسکت جواب دیا جا سکے۔ یہ وقت کی پکار ہے۔اس سلسلے میں ہمیں اپنے عوام اور نوجوانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کرنا چاہیے۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو سنت کے ساتھ مربوط کریں کیونکہ یہ دین کی بنیاد ہے۔فکری اور ثقافتی امور کو اہمیت دی جائے گی اور بنیادی مسائل نظر انداز کیے جائیں گے تو ٹھوس نتائج نہیں نکل سکیں گے۔افسوس! اس وقت اس میدان میں کام کرنے والے رہنماؤں کی ایک بھاری تعداد اس مرض میں مبتلا ہے۔اسی طرح تعلیمی اداروں سے منسلک افراد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ درس گاہوں میں ان بنیادی امور کو پوری اہمیت دیں تاکہ ان میں پروان چڑھنے والی نسل پریشان خیالی اور تذبذب کا شکار نہ ہو۔

ذرائع ابلاغ ونشریات کی بھی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے پروگراموں میں سنت کے تقاضوں کو جس قدر ممکن ہو، اہمیت دیں۔والدین اور گھر کے دیگر بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ روزمرہ کی زندگی میں سنت سے والہانہ محبت کا عملی مظاہرہ کریں۔غلط فکر وعمل کے لوگوں نے سنت کی ایسی ناقدری کر رکھی ہے کہ اس کے المناک نتائج ہر سطح پر دیکھے جا رہے

ہیں۔ہم نے سنت سے وابستگی کابڑا ہی غلط اور ناقص مفہوم اپنے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے،یعنی بعض مخصوص دنوں اور راتوں میں سنت اور حبِ نبی ﷺ کا رسمی تذکرہ کر دیا جائے اور پھر شتر بے مہار کی طرح ہم بے فکری سے آزادزندگی گزاریں،گویا سال کے باقی دنوں میں ہمارا سنت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔حیرت ہے کہ اس قسم کی باتیں دین کالبادہ اوڑھ کر کی جارہی ہیں اوراس پر محبت کالیبل لگا کر اسے مزین کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:

”اور(اے نبی!)ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشابنالیا ہےاوردنیا کی زندگی نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“

اس وقت یہ ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ احیائے سنت کی فکراورعملی تدبیریں کریں کیونکہ ہرمسلمان آخرت کی نجات کا متمنی ہےاورآخرت کی نجات اور جنت کا حصول صرف نبی کریم ﷺ کی اتباع اورسلف صالحین کے طریقے کواپنا کر ہی ممکن ہے۔

اتباعِ سنت کے مسئلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے جومختلف طریقوں سے لوگوں کے ذہنوں میں ڈال دی جاتی ہے،وہ ہے اکثریت کا راستہ،اکثریت کی پیروی۔ یہ انتہائی غلط پروپیگنڈہ ہے کیونکہ حق وصداقت کو اکثریت کی بنیاد پرنہیں بلکہ دلیل اوربرہان کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:

”اوراگرآپ اہلِ زمین کی اکثریت کی اطاعت کریں تو وہ آپ کواللہ کی راہ سے بہکا دیں گے،وہ اپنے گمان کے سوا کسی بات کی پیروی نہیں کرتے اوروہ اٹکل پچو باتیں ہی کرتے ہیں۔“

امتِ مسلمہ کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ اس نازک موقع پر اپنے جزوی، ضمنی اور ذیلی اختلافات بھول کر اپنی صفوں کو متحد کریں، اپنی صلاحیتوں کو صحیح اور برمحل استعمال کریں، اپنی اپنی جماعت اور تنظیموں کے خول سے باہر نکل آئیں، اپنی جدوجہد کے دائرے کو وسعت دیں ،گروہی اور جماعتی اختلافات کو پسِ پشت ڈال دیں اور وسیع تناظر میں دین کے خادم بنیں۔ خصوصاً جن کا منہج ایک ہے، ان پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور شکست دینے کی لاحاصل کوششیں ترک کردیں۔ شخصی غلطیاں ہر جگہ ممکن ہیں، ان سے چشم پوشی کریں۔ عفوودرگزر اور حکمت واصلاح سے کام لیں تاکہ وہ افکار اور قوتیں جو اسلام کی چولیں ہلانے میں سرگرداں ہیں انھیں ناکام ونامراد بنایا جاسکے۔اسی میں ہم سب کے لیے خیر اور بھلائی ہے

برادرانِ اسلام! ہم محبانِ نبی ﷺ کے علاوہ اور کون ہے جو سنت کی اہمیت کو اُجاگر کرسکے، اس پر ہونے والی فکری یلغار کو ناکام بنا سکے اور اس پر بھنبھنانے والی مکھیوں کو بھگا سکے۔ یہ یقیناً ہم متبعینِ سنت کی ذمہ داری ہے جو اللہ عزوجل کی توفیق سے پوری کی جاسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

ترجمہ:

’’ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے سچائی کا راستہ ظاہر کیا اور شاہراہِ حق کو واضح کیا اور جس نے انبیائے کرام جنت کی بشارت اور جہنم سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت کی عمدہ پوشاکوں میں سے اعلیٰ ترین پوشاک پہنائی

جس سے آپ ﷺ کی خوبصورتی اور عظمت ووقار میں اوراضافہ ہوگیا۔اللہ کی لامحدود رحمتیں اور سلامتی ہو آپ پر، آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو آپ ﷺ پر ہر دم روح و دل سے فدا رہتے تھے اور قیامت تک آنے والے اُن لوگوں پر جو ان کے نقش قدم پر چلیں۔''

لوگو!اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے محبوب رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور جان رکھو کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بری بات دین میں نیا کام ایجاد کرنا ہے اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنی کتاب اور اپنے حبیب ﷺ کی سنت کی حفاظت کے لیے ایسے لائق و قابل لوگوں کو پیدا فرمایا جو ہر زمانے اور ہر علاقے میں اس کی حفاظت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں، جو اس کی طرف آنے والی مسموم ہواؤں کا رخ پھیرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ، اس کے خلاف بھڑکائی جانے والی آگ بجھاتے ہیں اور جو بے جا شبہات کا بھرپور جواب دینے کے اہل ہیں، جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

ترجمہ:

''میری امت میں ایک گروہ ہر دور میں حق کے ساتھ وابستہ رہے گا۔ان کو بے یارو مددگار چھوڑنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔وہ اسی حال میں ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے اس طویل دورانیے میں سنت کے شیدائی ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں جنھوں نے راہِ ہدایت کا چراغ ہمیشہ روشن رکھا۔لوگوں کی ہر دم رہنمائی کرتے رہے، ہر زمانے میں سنت شناسی اور صحیح سمت کی نشاندہی کرتے رہے اور اس راہ میں اٹھنے والا گرد و غبار صاف کرتے رہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان علمائے ربانی کی قدر کریں، اپنی صفوں کو منتشر نہ ہونے دیں اور اپنا عظیم مقصد سامنے رکھیں۔ امت کا ہر فرد اپنی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق اس سفینۂ حق کو آگے بڑھائے اور اس کے لیے خود بھی علومِ شرعیہ سے بہرہ مند ہو کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی جادۂ حق کا راہی بن سکتا ہے نہ قیامت کا فرض ادا کر سکتا ہے۔

درود و سلام پڑھیے محبوب مصطفیٰ، رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جس کا اللہ عزوجل نے اپنی کتابِ عزیز میں یوں حکم دیا ہے:

ترجمہ:

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔''

شفا کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن)

ھوا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارکان اربع یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی سے بنایا ہے۔ہوا ایک ایسا رکن زیست ہے کہ اس کے بغیر کوئی بھی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ارکان اربع کے علاوہ نیند اور ورزش بھی ضروری ہے۔ارکان اربع کا اعتدال پر رہنا از حد ضروری ہے۔ارکان اربع کی کمی بیشی سے بھی امراض جنم لیتے ہیں۔ مثلاً اگر جسم میں پانی کی مقدار بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جو چیزیں ہمارے جسم کی پرورش نشو ونما اور صحت کے لیے ضروری ہیں وہ چار قسم کی ہیں۔ہوا، سورج کی روشنی، پانی اور غذا۔علم کیمیا کے ماہرین تو یہاں تک کہتے ہیں ہر چیز کی تخلیق کا انحصار ہوا اور سورج کی روشنی پر ہے۔تمام سبزیاں غلے اور پھل، ہوا اور دھوپ ہی سے پیدا ہوتے ہیں زمین تو صرف چونا، فولاد پوٹاشیم، میگنیشیم، سوڈا وغیرہ مہیا کرتی ہے۔اور یہ چیزیں پودے میں جا کر تیل، شکر میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔لیکن دراصل تیل شکر ہوا اور سورج کی روشنی ہی سے بنتے ہیں۔ہوا نہ صرف ہماری زندگی کو براہ راست برقرار رکھتی ہے بلکہ بالواسطہ بھی ہماری زندگی کی اہم ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

ہوا سانس کے ذریعے سے ہمارے جسم میں جا کر پھیپھڑوں میں جمع شدہ خون کو صاف کرتی ہے۔انسانی جسم کی مشینری ہر وقت چلتی رہتی ہے۔اس عمل سے کئی قسم کے میل اور خون میں زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔جن میں سے ایک کاربن ڈائی اکسائیڈ بھی ہے۔یہ بہت زہریلی گیس ہوتی ہے۔باہر کی تازہ ہوا پھیپھڑوں میں جا کر اپنا مفید حصہ آکسیجن وہاں چھوڑ آتی ہے۔جس سے خون صاف ہو جاتا ہے اور یہ زہریلی گیس سانس کے ذریعے سے باہر نکل جاتی ہے۔

ہوا جتنی صاف اور تازہ ہوگی اتنی ہی اس میں آکسیجن زیادہ ہوگی۔اس کے علاوہ ہوا ہمارے جسم کے ریشے بناتی ہے۔علم الاجسام کے ماہرین کا فیصلہ ہے کہ حیوانی جسم کے تمام تر ریشے اس ہوا سے بنتے ہیں۔جو سانس کے ذریعے سے اندر جاتی ہے وہ انسانی مشین کے اندر منجمد اور ٹھوس ہو کر گوشت اور ہڈیوں کی صورت میں رونما ہوتی ہے۔دھوئیں والی ہوا، تنگ و تاریک کوٹھڑیوں کی ہوا بے حد خراب ہوتی ہے۔رات کو درختوں کے نیچے بھی کاربن ڈائی اکسائیڈ ملی ہوئی خراب ہوا ہوتی ہے۔اس لیے ایسی جگہوں سے بچنا چاہیے۔اور کھلے مکانوں میں جہاں ہوا کی آمد و رفت کافی ہو رہنا چاہیے۔تازہ ہوا انسانی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔میدانوں، باغوں اور ساحل دریا کی ہوا، شہر کی ہوا سے بہت اچھی اور مفید ہوتی ہے۔اس لیے علی الصبح ان مقامات کی سیر صحت و تندرستی کے لیے اشد ضروری ہے۔صبح کے وقت ہوا خوری سے جسمانی طاقت بڑھتی ہے۔اور قوت ہاضمہ تیز ہوتی ہے۔

تازہ ہوا کو پھیپھڑوں تک پہنچانے کا واحد آسان ذریعہ ورزش ہے۔جو لوگ ورزش نہیں کرتے وہ لوگ جان بوجھ کر بیماریوں کو دعوت دیتے ہیں۔جو لوگ بہتر صحت کے

متمنی ہیں، مگر ورزش نہیں کرتے وہ ایک ناممکن چیز کی تلاش کرتے ہیں ۔ورزش ہمارے جسم کے اردگرد ایک مضبوط قلعہ بنا دیتی ہے جس سے ہمارا جسم امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

ورزش سے جہاں جسم کے اعضاء طاقت ور ہوتے ہیں وہاں سانس لمبے اور تیز ہونے کی وجہ سے ہوا بھی زیادہ مقدار میں پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے۔ لمبے اور گہرے سانس لینے سے طبیعت ہلکی اور شگفتہ ہو جاتی ہے۔دل و دماغ کو فرحت و تازگی حاصل ہوتی ہے اور جسم ہر قسم کے میل اور زہروں سے صاف ہو کر چست اور چاک و چوبند ہو جاتا ہے۔گہرے سانس لینے سے پھیپھڑوں کے تمام حصے بھرپور کام کرتے ہیں اور خون کو زیادہ مقدار میں تازہ ہوا ملتی ہے۔خون زیادہ سرخ اور صاف ہو جاتا ہے۔سانس کی مندرجہ ذیل ورزش صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔

کھلی جگہ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیں اور سینہ کو خوب تان لیں پھر آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں حتیٰ کہ چھاتی خوب پھول جائے اور سانس لینا دشوار ہو جائے پھر جتنی دیر تک روک سکیں سانس کو اندر روکے رکھیں ۔اس کے بعد آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کریں حتیٰ کہ ساری ہوا باہر نکل جائے ۔اسی طرح چالیس پچاس سانس لیں ۔صبح و شام دونوں وقت خالی پیٹ یہ ورزش کرنے سے صحت میں نمایاں ترقی ہوتی ہے۔

ہوا ہی زندگی ہے۔کیوں کہ اس کا خون میں موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ہوا ہی خون کو چلاتی ہے اور اس کے رہنے کا خاص مقام دل ہے۔یہ دل کو چلاتی ہے اور تب ہی خون ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ کر تغزیہ پہنچانے اور فضلات کو جسم سے نکالنے کا ذریعہ ہے۔ خون کو اعضاء تک پہنچانا ،اس کے ذریعے تغزیہ پہنچانا اور فضلات کو بذریعہ پیشاب، پاخانہ،

پسینہ ومنی جسم سے خارج کرنا۔یہی ہوا کا کام ہے۔جب ہائی بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہوتا ہے تو ہوا ہی اس کا موجب بنتی ہے۔کیوں کہ ہوا خون کے دوران کو تیز کر دیتی ہے۔جب کوئی آدمی مر جائے تو کہتے ہیں اس کی ہوا نکل گئی ہے۔دیہاتوں میں ان پڑھ لوگ یہی کہتے ہیں۔ہوا کو بدن انسانی کے علاوہ ارض وسماء تک فضیلت حاصل ہے۔دل ہوا کا رئیس عضو ہے۔جس کے ذریعے یہ چلتا ہے۔

اس کے علاوہ آج کل گھروں میں چولھے، رکشے، کاریں اور گاڑیاں ایک قسم کی گیس ہی سے چلتی ہیں۔وہ مائع حالت میں ہے۔جب اس کو کھلی ہوا میں رکھا جائے تو ہوا کے ساتھ ہوا ہو جاتی ہے۔پھلوں، پودوں اور پھولوں کا تولیدی نظام صرف ہوا کے ذریعے ہی میلوں دور تک پہنچ کر اپنی نسل بڑھاتا ہے۔

گاڑیوں کے ٹائروں میں ہوا نہ ہوتو وہ نقل وحرکت کرنے سے معذور ہو جاتی ہیں۔ ہوا ہی کے ذریعے سے انسان مہینوں، ہفتوں اور گھنٹوں کا فاصلہ چند گھنٹوں اور منٹوں میں طے کر لیتا ہے۔ہوا ہی کے ذریعے سے ہزاروں منوں، ٹنوں ساز وسامان فارورڈنگ ایجنسیاں ایک جگہ سے ہزاروں میل دور پہنچا کر انسانیت کی خدمت کر رہی ہیں۔

تمام نظام ہائے زندگی
اور ادیان عالم پر دین اسلام کی فوقیت وتنقید

(مولانا عبدالقیوم)

اسلام اپنے ماننے والوں کو صرف نماز روزہ اور شبانہ روز نوافل پر اکتفا کر لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اسلام اپنے ماننے والوں کو صبح سے لے کر شام تک صرف ذکر و فکر کے حلقے قائم کرنے اور مراقبہ وتلقین میں مصروف رہنے کو کافی سمجھ لینے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اسلام اپنے پیروکاروں کو قطعاً اس بات پر انحصار کر لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ صرف درسی کتب یاد کر لی جائیں صبح و شام درس و تدریس پر اکتفاء کرلیا جائے مطالعہ اور معلومات سے صرف ذہنی عیاشی یا ذوق مطالعہ کی تسکین کی جائے یا مطالعہ سے علمی نقوش کی تصاویر اپنے حافظہ پر ثبت کر لیے جائیں یا معلومات کے حافظہ کی مدد سے ممبر پر بیٹھ کر مخلص عقیدت مندوں کو سنا دیئے جائیں یا محض خطابت اور تقریر کر لی جائے اور اسی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے اسلام اپنے پیروکاروں اور پیغمبر اپنے ماننے والوں سے یہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام کو اور نظام مصطفوی ﷺ کو تمام ادیان عالم پر اور تمام نظامہائے زندگی پر غالب کر دیا جائے۔

وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے وہ غالب کر دے سارے بقیہ دینوں پر خواہ مشرکوں کو کیسا ہی نا گوار ہو۔ اور یہ تبدیلی تب آئے گی جب قیادت میں اخلاص آئے گا جب رہبران قوم اخلاص سے اپنے اندر وہی انقلاب لائیں گے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ ان سے چاہتے ہیں۔

مرید سادہ نے رو رو کے کرلیا توبہ
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

دنیائے انسانیت کی امامت وسیادت اوراس کی شرائط:۔

قرآن حکیم اپنے ماننے والوں سے توحیدوختم نبوت اور اسلام کے نظام عدوقسط کے پھریرے اور عظمتوں کے جھنڈے کو پورے عالم میں لہرانے اور چہاردانگ عالم میں سربلند کر دینے کا مطالبہ کرتا ہے دین اسلام کی مادی سیاسی اور علمی وروحانی بالادستی چاہتا ہے قرآن حکیم چاہتا ہے کہ میرے ماننے والے دنیا میں کامظہر اتم بن جائیں دنیا کی قیادت اور سیادت ان کے ہاتھ میں ہواوراب تباہی یہ ہے کہ قوم ملت اورامت کی سطح پر کوء سوچتا ہی نہیں یہ فکر یہ ذوق وشوق اور یہ جذبہ ہی نہیں رہا ہے۔

نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب ونظر کی رسوائی

مگراس کے لیے قرآنی شرط کی تکمیل کرنی ہوگی چیلنج اوردعوت فکروعمل کوقبول کرنا ہوگا ایمان واسلام کے معیاراورکسوٹی پر پورا اترنا ہوگا مصائب اورشدائد برداشت کرنے ہوں گے فقروفاقہ ہجرت وغربت ،جبرواستبدادصبر ثبات اوراستقامت وعزیمت کی وادیوں کوعبور کرنا ہوگا تب دنیا کی امامت بھی ملے گی اورانسانیت کی سیادت کی سعادت بھی ملے گی۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں جو تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

سلسلہ نبوت و ختم نبوت بعثت امت کے مقاصد:۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک حضرات انبیاء کرام کا سلسلہ رسالت و نبوت اور امام الانبیاء حضور سید دو عالم ﷺ کی بعثت اور ختم نبوت بھی اس لیے ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے دین کو دنیائے انسانیت میں غالب کر دیں اور ظلم عدوان، سرکشی، بغاوت، معصیت، تشدد، جہالت، شرک، بدعات، رواجات، باطل نظریات اور کفریہ عقائد کو مغلوب اور تاراج کر دیں اور تمام باطل ازموں کو واضح ہدایات، علمی دلائل، فکری کاوشوں اور سیاسی طور پر شکست و ہزیمت سے نیست و نابود کر دیں۔

حضور اقدس ﷺ کی طرح امت کی بعثت کی بھی یہی غرض ہے امت محمدیہ کی فضیلت اور تمام امتوں میں شرف و امتیاز کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ امت معروفات کو غالب کرتی اور منکرات کو مٹاتی ہے۔

تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

عامتہ المسلمین کی ذمہ داری:۔

معروفات کا غلبہ و اشاعت اور منکرات و فواحش کے خاتمہ کی یہ انقلابی تحریک زندگی کے کسی ایک پہلو اور عنوان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ہمہ جہت جامع اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے خواہ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے ان کا تعلق فکری اور نظری عقائد سے ہو یا سیاسی نظریات اور اعمال سے ہو، وہ شعر و ادب اور تصنیف و اشاعت کا میدان ہو یا لٹریچر اور تقریر اور پروپیگنڈے کا میدان ہو، ان کا تعلق موجودہ دور کے مشینی

اور سائنسی امور سے ہو یا وہ موجودہ دور کی بگڑی ہوئی اور فاسد سوسائٹی سے متعلق ہوں مسلمان ہر جگہ ہر موڑ ہر عنوان، ہر پہلو اور ہر سٹیج پر اس بات کا مکلف ہے کہ منکرات کو گندے انڈوں کی طرح باہر پھینک دے اور معروفات وحسنات کا غلبہ اور ان کی اشاعت وترویج کی راہ ہموار کردے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی:۔

باقی رہی یہ بات کہ غلبہ واشاعت دین او تبلیغ وترویج شریعت کا کام کیسے کریں میدان نہیں ہے آج کی اصطلاح میں سٹیج نہیں ہے، ہمیں کوئی پوچھتا نہیں تو یہ نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے یا احساس کمتری اور احساس کہتری ہے زمین زرخیز ہے ذرا سیرابی کی تدبیر کر لیجئے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

کام شروع کر دیجئے راستہ کھلتا چلا جائے گا:۔

کون کہتا ہے کہ کام کے لیے میدان نہیں ہے راستہ بند ہے سٹیج نہیں ہے جناب عالی یہ تیرے دماغ کی کمزوری اور تیری کوتاہ اندیشی، تیرے فکرونظر اور تیری فہم وادرات کا قصور ہے حقیقت واقعہ وہ نہیں جو تو نے سمجھ رکھا ہے اللہ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کر کے چل پڑیئے کام شروع کر دیجئے راستہ خود بخود کھلتا چلا جائے گا۔

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اللہ اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

دیکھئے! دارالعلوم کی جامع مسجد کے دائیں طرف پشاور سے راولپنڈی کو جانے والی کشادہ سرک آپ کے سامنے ہے آپ میں سے کوئی صاحب گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر اپنے سامنے کی سڑک پر نظر کرے تو نظر ایک انتہا کو پہنچے گی اور اپنے سے دور قدرے سے

فاصلے پر سڑک تنگ ہوتی چلی جائے گی حتیٰ کہ انتہا نظر پر سڑک بند ہوتی نظر آئے گی۔اب اگر آپ سٹیرنگ پر بیٹھے ڈرائیور یہ مشورہ دیں کہ جناب! سامنے تو سڑک تنگ اور پھر آخر پر بند نظر آتی ہے آپ خواہ مخواہ کی دوڑ لگائے جا رہے ہیں۔اگر ڈرائیور مشورہ مان لے اور گاڑی روک دے تو قیامت تک یہ لوگ اپنی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکیں گے۔اور اگر نظر کے دھوکے کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اصل حقیقت کو ملحوظ رکھ کر سفر جاری رکھا گیا گو وہ چیونٹی کی رفتار سے کیوں نہ ہو کسی نہ کسی روز منزل مقصود تک بھی رسائی حاصل ہو جائے گی۔

فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوق پرواز ہے زندگی
سفرِ زندگی کے لیے برگ وساز
سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو دین کا کام کرنا ہے تبلیغ اور غلبہ اسلام کا کام کرنا ہے، انکلاب اور اسلامی نظام کا کام کرنا ہے، تعمیر انسانیت اور اصلاح انقلاب امت کا کام کرنا ہے ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع صحابہؓ اور ان کی عظمت اور تقدس کی حفاظت کا کام کرنا ہے، مگر ماحول درست نہیں سوسائٹی بگڑی ہوئی ہے، مفادات کا دور ہے، بے دینی الحاد، زندقہ اور بے حیائی عروج پر ہے میرے لیے کام کرنے کے راستے مسدود ہیں بند ہیں سٹیج نہیں ہے کوئی سننے والا نہیں۔

تو محترم دوستو! یہ فکر و نظر کی کمزوری، کج فہمی، نظر کا دھوکہ اور نفس و شیطان کا فریب ہے۔

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اس وہم وگمان کے تاریک جہان سے ریب وترذد اور ارتیاب وتذبذب کی دنیا سے نکل کر حقیقت اور یقین کی دنیا میں آیئے ۔اگر تمہاری دعوت پر انسان لبیک نہیں کہتے اگر تمہیں سننے کے لیے کوئی تیار نہیں اگر تمہاری دعوت سے اعتراض اور انکار کیا جاتا ہے ۔اگر تمہارا واسطہ نرم دل انسانوں سے نہیں پتھروں اور لوہے کی چٹانوں سے ہےتو فکر نہ کیجئے! ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مایوس ہوکر بیٹھ جانا شیطان کا کام ہے مسلمان کا نہیں کمر ہمت کس لیجئے ستاروں سے روشنی حاصل کیجئے ،چاندکی روشنی سے موافقت ،سورج کی شعاؤں سے مطابقت ہواؤں اور فضاؤں سے موانست ،دریاؤں کی موجوں سے مبارزت اور شجر وحجر سے مخاطبت کیجئے ،اپنا پیغام سناتے جایئے اگر دعوت میں خلوص ہوگا تو فضا بدل جائے گی ،ہوا کا رخ بدل جائے گا چٹانوں میں راستے پیدا ہو جائیں گے لوہے کے دل پگھل کر موم بن جائیں گے فتحمندی اور کامرانی تمہارے قدم چومے گی ۔

موجودہ دور کا ایک خطرناک فتنہ:۔

مگر میں آج کے دور کے ایک اہم اور تباہ کن فتنے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور فتنہ مغرب کی لادین طرز سیاست کا فتنہ ہے ،وہ علاقائی عصبیت ،جماعتی گروہ بندی اور تحزب اور انتشار کا فتنہ ہے آپ جو کام کریں دین کا کام سمجھ کریں اخلاص سے کریں کام کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو اہل دنیا ہوا پرست اسے سیاست کی عینک سے تحزب اور تعصب کی عینک سے گروہ بندی ،جتھے بندی اور پارٹی بازی کی عینک سے دیکھتے اور اسی فرسودہ اور متعفن فکر ونظر سے ساتھ چلتے راستہ بدلتے یا راستے کی رکاوٹ بنتے ہیں ۔اگر آپ دیکھنے والوں اور

ٹو لنے والوں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ان کی سیاست ان کے فکرونظر اوران کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں ان کی سیاست، انکے فکرونظر اوران کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے سیاسی مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں تو پھر تمہیں وہ مجاہد بھی کہیں گے غازی بھی مانیں گے جید عالم اور شیخ بھی تسلیم کریں گے رہنما اور قائد بھی تسلیم کریں گے زندہ باد کے نعرہ بھی لگائیں گے استقبال بھی کریں گے۔اور اگر آپ انکے معیار سیاست پر پورا نہیں اترے آپ انکے ذاتی مفادات کی تکمیل کا ذریعہ اوران کی اغراض کی تحصیل کے لیے شوبوائے کا کردار ادا نہ کر سکے انکی سیاسی جماعت سے وابستہ نہ رہ سکے تو پھر اگر تم ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتے ہو، توحید کی اشاعت اور سنت کی ترویج کا کام کرتے ہو، غلبہ اسلام اور اسلامی نظام کا کام کرتے ہو اگر تم میدان عمل میں بھی ہو اور باطل قوتوں سے برسر پیکار بھی ہو تو پھر یاد رکھیے دیکھنے والے اور اس معیار اور اس متعفن کسوٹی پر جانچنے والے تمہیں فاسق و فاجر بھی کہیں گے کافر و مرتد بھی کہیں گے متعصب اور بنیاد پرست بھی کہیں گے تم پر فتوے بھی لگائیں گے تمارا سوشل بائیکاٹ بھی کریں گے تمہیں بے ضمیر بھی کہیں گے۔

الحذر، انتباہ اور حزم واحتیاط:۔

مگر یاد رکھنا اگر تم اپنے نیک مقصد میں اپنے مشن میں سچے ہو تو تمہیں ایسے مریضوں کی پھبتیوں، تمسخر اور ٹھٹھوں کی پرواہ کیے بغیر اور کسی طعنے اور تشنیع کا جواب دیئے بغیر اپنا مثبت کام کرنا ہوگا ٹھوس اور تعمیری کام کرنا ہوگا۔بازاریوں کے جواب میں بازاری روش اختیار کرنا بازاریوں ہی کا کام ہے شرفاء کا نہیں غالباً شیخ سعدیؒ نے فرمایا تھا۔

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نہ رہی

آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

جو شخص علم و ادب، تہذیب و تمدن، اخلاق و شرافت، شرم حیا، غیرت و حمیت، ضمیر و انسانیت اور اخلاق اقدار سے عاری ہو، ان کا جواب اس کے بحث و مناظر سے اور اس کے اعتراض و اشکال کا حل یہ ہے کہ اس کا جواب نہ دیا جائے اور اس صلاحیت کو اپنے کام کو آگے بڑھانے پر صرف کیا جائے۔ راہ چلتے کسی پتھر سے ٹھوکر لگ جائے تو عقلمند مسافر پتھر سے جھگڑنے کے بجائے آگے منزل کی طرف بڑھتے ہیں پتھر سے انتقام کی نہیں سوچتے۔ جو مسافر پتھر سے الجھ کے رہ گیا وہ منزل مقصود سے بھی رہ جاتا ہے اور پتھر کے مسئلہ کو بھی حل نہیں کر پاتا۔

دعائے مغفرت

گکھڑ سے اعجاز احمد مغل کے بڑے بھائی محمد عارف

چیچہ وطنی کے بزرگ بھائی چوہدری محمد حسین

گوجرانوالا سے رانا عمران آف منڈیالہ کی دادی

گوجرانوالا سے حاجی شبیر کے ماموں

گوجرانوالا سے محمد طالب کے داماد

گوجرانوالا سے اللہ رکھا شاہ کے چچازاد بھائی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
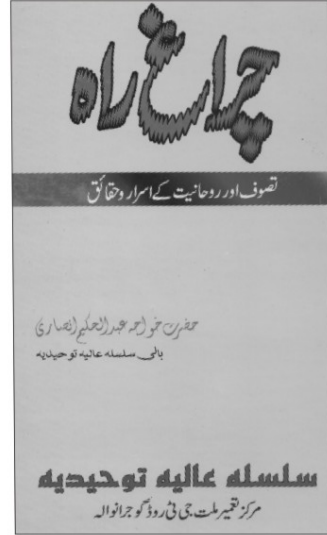
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
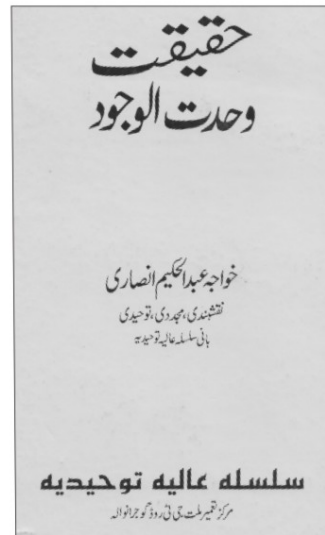
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرارورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
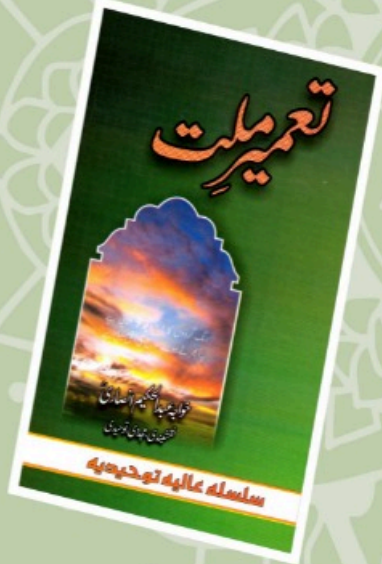
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com